بسم اللہ الرحمن الرحیم

حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

از

استاذ العلماء حضرت العلامہ پیر محمد منور شاہ صاحب مدظلہ العالی

ناشر
انجمن محمدیہ غوثیہ سرور آباد لوچھال گلاں چکوال

قیمت :- ۸/ روپے

اِنتساب

ھدیہ

جنابِ ملک محمد خان رجال ساکن پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب

زہے مُراد گر قبول اُفتد

ر:(ب)
۷۸۶

اظہارِ تشکر

بندہ ملک محمد خان رجال قوم اعوان سکنہ پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب کا خلوص دل سے شکر گزار ہے کہ اُنہوں نے زرکثیر خرچ کر کے کتاب "حقیقتِ محمدیہ" کی طباعت میں مدد کی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے جلیل القدر بزرگ پیدا کرے کے علماء دین کی تائید کرائے تاکہ عقائد شریعہ اور تعلیماتِ اسلامیہ کی اشاعت ہو سکے آمین ثم آمین ۔

دُعا گو

★ــــ مُنوّر شاہ عفی عنہ

عرضِ حال

● ———— عرصہ ہُوا کہ ضلع بوچھال کلاں کی مسجد مُسّبال میں ایک جلسہ عام ہُوا جس کا موضوع نورِ محمدی تھا۔ راقم الحروف کو دعوت دی گئی۔ لیکن نور کے موضوع پر میری تقریر نہ تھی۔ کسی دُوسرے مقرر کی تقریر کے دوران جبکہ نور کے ثبوت پر کلام ہو رہی تھی۔ حدیثِ نور کے حوالہ میں غلطی ہوئی۔ حدیث مشکاۃ شریف میں نہ تھی۔ حدیث مواہب کی تھی بمقرر یا اسٹیج سیکرٹری کی غلطی سے حدیث کی نسبت مشکاۃ شریف کی طرف ہوئی۔ مخالف اسٹیج نے اس سے فائدہ اُٹھایا اور جلسہ درہم برہم کر دیا۔ اور موضوع جلسہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اُس دن سے یہ تمنا تھی کہ نور کے موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا جائے تاکہ واضح طور پر مسئلہ سامنے آسکے۔ لیکن تدریس اور عمل طبابت کی مصروفیت سے فرصت نہ پاسکا۔ امسال مدرسہ میں چھٹیوں کا وقت غنیمت سمجھتے ہوئے اُس کو شروع کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ اس راہ میں ایک رکاوٹ تو عدم فرصت تھی۔ لیکن ایک دُوسری بڑی رکاوٹ کُتب سیر کی نایابی ہے۔ کُتب سیر والتواریخ جو بڑی ضخیم اور قیمتی کُتب ہیں۔ ہمارے مُلک میں کم مہیا ہیں۔ عرصہ سے مواہب نایاب ہے۔ اور دُوسری کُتب مثلاً زاد المعاد، ابنِ ابی حاتم، کتاب الحاکم، البیہقی، الدارمی کتاب ابی سہل، الطبرانی، کتاب ابی نعیم، کتاب البزار اور ابن سعد وغیرہ بھی کم دستیاب ہیں۔ لہٰذا حوالہ جات میں مُتقدمین کی کتابیں جو سیرت کے موضوع پر لکھی گئی ہیں۔ ان پر سہارا لینا پڑتا ہے یہ سہارا معتدبہ سہارا ہے۔ کیونکہ مُتقدمین نے جو ہم سے عمر، تقویٰ اور تحقیق کے لحاظ مقدم ہیں جس حدیث کو بطور حوالہ اور سند پیش کیا ہے۔ اسے ہرگز غلط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کی پیش کردہ احادیث ہمارے لئے صحت کا درجہ رکھتی ہیں۔ کیونکہ اِن لوگوں کا تمسک اسی وقت ہُوا جب وہ ان کی صحت سے مطمئن تھے۔ اگر انہیں ان احادیث کی صحت کا یقین نہ ہوتا تو وہ ان احادیث سے ہرگز استدلال نہ پکڑتے۔ ان کا ان احادیث کو بطور استدلال پیش کرنا ہمارے لئے قطعی ثبوت ہے کہ یہ احادیث حدِ صحت کے اعلےٰ درجہ پر ہیں۔ اگر کوئی کم فہم آدمی یہ کہے کہ اصل کتاب بطور حوالہ پیش کی جائے یہ اُس کی حماقت ہے۔ اس حماقت کا کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ جہلاء کی حماقت کسی حقیقت پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔

● ——— ایک دوسرا اندیشہ پیش کیا جاتا ہے ۔ کہ یہ احادیث صحاح ستہ میں نہیں ہیں لہٰذا یہ صحیح نہیں ۔ یہ قول بھی قابل سماعت نہیں ۔ صحاح ستہ کا یہ معنی ہے کہ ان چھ کتب کی احادیث صحیح حدیثیں ہیں ۔ شاذو نادر حدیثیں ہیں جو درجہ صحت کو نہیں پہنچتیں ۔ اکثر احادیث صحیح ہیں ۔ لیکن صحاح ستہ کا یہ معنی نہیں کہ چھ کتب کے علاوہ کوئی حدیث صحیح ہی نہیں ۔ صحاح ستہ کے علاوہ بے شمار احادیث کی کتابیں ہیں ۔ جو بخاری اور مسلم کی طرح درجہ صحت رکھتی ہیں ۔ غرض صرف اتنا ہے کہ صحاح ستہ میں فقہیہ مسائل کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے ۔ سیرت اور تاریخ کو بالذات اُن کتب میں نہیں لایا گیا ۔ اگر ان میں سیرت اور تاریخ ہے تو وہ ضمناً ہے ۔ اسے مقصود بالذات کے طور پر نہیں لایا گیا ۔ فقہیہ مسائل کی ضرورت ہر وقت پڑتی ہے ۔ اور خاص و عام کو پڑتی ہے ۔ لہٰذا یہ کتب خواص و عام میں مشہور ہیں ۔ اور ہر جگہ اور ہر زمانہ میں دستیاب ہیں اور سیرت اور تاریخ کی ضرورت کم پڑتی ہے اور صرف خواص کو ضرورت ہوتی ہے اور خواص تھوڑے ہیں اس لئے ان کتب کی شہرت اور کم دستیابی ان کی صحت پر جارح نہیں ۔ ان کتب کی اہمیت اسی طرح ہے جس طرح صحاح ستہ کی ۔ ملاحظہ ہو مقدمۃ الشیخ عبدالحق علی المشکاۃ ۔ اس مضمون کی تیاری میں جن کتب سے مدد لی گئی ہے درج ذیل ہیں ۔ کتب تفاسیر ، تفسیر حقانی اردو ، تفسیر ضیاء القرآن اردو ، تفسیر مدارک ، تفسیر خازن ، تفسیر ابن کثیر ، تفسیر روح المعانی ، تفسیر کبیر ، تفسیر الصاوی علی الجلالین ، تفسیر ابن عباس ، تفسیر بیضاوی مکمل ، کتب سیر ، نشر الطیب مولانا اشرف علی تھانوی ، مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ، الخصائص الکبریٰ الشیخ جلال الدین سیوطی ، الوفاء لابن جوزی ، الشفاء لامام قاضی عیاض ، الانوار المحمدیہ فی السیرۃ مصطفویہ مولانا ابو الحامد محمد ضیاء اللہ قادری کوٹلوی سیالکوٹ ۔ خیال تھا کہ عبدالحق محدث دہلوی ، جلال الدین سیوطی ، قاضی عیاض کی مختصر سوانح حیات لکھی جائے اور جزو کتاب بنائی جائے لیکن وقت کی کمی مانع ہے ۔ نیز یہ حضرات ایسی شخصیتیں ہیں کہ ان کے علمی مراتب سے کوئی ناواقف نہیں ۔ ان کے پایۂ علمی کا انکار نہیں کیا جاتا ۔ ان کی ہر تحریر ہمارے لئے قابل تمسک ہے ۔

منور شاہ بھیال

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان من سلالۃ من طین ثم جعل نسلہ
من نطفۃ فی قرار مکین فقدرہ وصورہ فی احسن تقویم والصلوٰۃ
والسلام علیٰ سیدنا محمد سید افرادہ الذی صورتہ صورۃ البشر
وحقیقتہ نوراً اضوء من ضیاء البدر وعلیٰ الہٖ واصحابہ هم
ارفع نوراً من نور القمر"

امابعد میں اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور ایک مقصد پر مرتب کرتا ہوں۔ مقدمہ میں بھی چند فصول ہیں اور مقصد میں بھی چند فصول اور خاتمہ ہے۔

مقدمہ

غرض رسالہ:۔ اس میں رسالہ لکھنے کی غرض اور اس کے موضوع کا بیان ہے۔ غرض یہ ہے کہ ثابت کیا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا تمام کائنات سے پہلے اس نور کو پیدا کیا۔ پھر اس نور سے ساری کائنات، عرش، کرسی اور لوح وقلم پیدا کئے۔ پھر اسی نور سے جنت و دوزخ، فرشتے آسمان پیدا کئے۔ اسی طرح زمین، پہاڑ، سمندر، ہوائیں اس نور سے پیدا کیں۔ انسان جن، درندے، پرندے اور چرندے پیدا کئے۔ اس نور کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے پیدا کیا اور نور کو نبوت سے متصف فرمایا اور صفت ختم نبوت سے متصف فرمایا۔ یہ نور جو حقیقت محمدی ہے آدم علیہ السلام سے پہلے موجود فی الخارج تھا اور صفت ختم نبوت سے بھی متصف تھا۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حتےٰ کہ آمنہ کے بطن سے پیدا ہونیکے بعد صورت بشری حاصل ہوئی۔

موضوع رسالہ:۔ مقدمہ میں دوسری چیز موضوع رسالہ ہے۔ اس کا موضوع آیات قرآنی، احادیث واقوال آئمہ ہیں جو نور ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جائینگے۔

فصل اول:۔ مقدمہ کی پہلی فصل۔ قرآن مجید کی رو سے یہ حقیقت واضح ہے کہ اشیاء کبھی صورت اور حقیقت کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔

۲

پہلی مثال:۔ پہلی مثال ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ صورت بشری میں تھے۔ لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔ پ ۱ رکوع ۱۲ سورہ بقرہ۔ واتبعوا ماتتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل هاروت وماروت وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه وما هم بضارین به من احد الا باذن الله ویتعلمون ما یضرهم ولا ینفعهم۔

ترجمہ:۔ یہود نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا۔ اور اس کے پیچھے پڑ گئے۔ جو شیطانوں نے ملک سلیمان میں پڑھا اور سلیمان علیہ السلام نے کفر نہ کیا لیکن شیطانوں نے کفر کیا لوگوں کو جادو سکھاتے اور یہود اس کے پیچھے پڑ گئے۔ جو دو فرشتوں پر بابل شہر میں اُتارا گیا۔ فرشتوں کا نام ہاروت اور ماروت تھا۔ یہ فرشتے کسی کو جادو نہ سکھاتے مگر پہلے بطور نصیحت کہتے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف امتحان ہیں جو ہم سے علم سحر سیکھے گا اور اُسے برائے ایذا استعمال کرے گا کافر ہو جائیگا۔ اور جو سیکھے گا اور جو اپنا بچاؤ کرے گا۔ ایمان پر ثابت رہیگا۔ تم اُسے ایذا رسانی میں استعمال کر کے کافر نہ بننا۔ لوگ ان سے جادو سیکھتے اور استعمال میں لا کر میاں بیوی میں جدائی ڈالتے اور وہ کسی کو نقصان نہ پہنچاتے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیونکہ کوئی سبب مؤثر بالذات نہیں لوگ وہ کچھ سیکھتے جو اُن کو نقصان دہ تھا انہیں فائدہ نہ دیتا۔

● —— بعض مفسرین قرطبی وغیرہ کا خیال ہے کہ ہاروت ماروت فرشتے نہ تھے۔ بلکہ انسان تھے۔ ان کا لقب ملک تھا۔ قوت خداداد سے جادو کے علم میں مہارت حاصل کی۔ انزال سے مُراد قوت ذہنی ہے۔ انزال وحی مُراد نہیں۔ کیونکہ جادو کے انزال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا خطا ہے۔ لیکن ابن جریر الطبری نے اس خیال کو رد کیا ہے۔

ابن جریر الطبری کا قول:۔

قال ابن جریر الطبری ان الله عز وجل عرف عباده جمیع ما امرهم به

جميع ما نهاهم عنه ثم امرهم ونهاهم بعد العلم منهم بما يؤمرون به وينهون عنه ولو كان الامر على غير ذالك
لما كان للامر والنهي معنى مفهوم والسحر مما نهى عنه عباده من بني آدم فغير منكر
ان يكون الله تعالى علمه الملكين اللذين سماهما في تنزيله وجعلهما فتنة لعباده
من بني آدم كما اخبر عنهما انهما يقولان لمن جاء يتعلم منهما ذالك انما نحن فتنة فلا
تكفر ليختبر بهما عباده الذين نهاهم عن السحر وعن التفريق بين المرء وزوجه فيتميز
المومن بتركه التعليم منهما ويخزي الكافر بتعليمه الكفر والسحر منهما ويكون الملكان
في تعليمهما ما علما من ذالك مطيعين لله تعالى اذ كان عن اذن الله تعالى لهما بتعليم ذالك
وغير ضارهما سحر من سحر ممن تعلم ذالك منهما بعد نهيهما اياه عنه بقولهما انما نحن فتنة فلا تكفر اذ كانا ادّيا ما امرا به "ترجمہ"

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو وہ سب چیزیں بتلا دی ہیں جن کا انہیں کرنے کا حکم
دیا ہے ۔ اور وہ سب بھی بتلا دی ہیں جن سے انہیں روکا ہے ۔ پھر انہیں کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور روکا بھی ہے
اس علم کے بعد کہ یہ مامور بہ ہیں اور یہ منہی عنہ ہیں ۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو امر اور نہی کا مفہوم ہی کیا امر
اور نہی لغو ہونگے ۔ جادو ان چیزوں سے ہے جن سے روکا گیا ہے ۔ جادو کا انزال فرشتوں پر ہوا جن کا نام قرآن مجید
میں ہاروت اور ماروت ہے ۔ اس لئے وہ پہلے نصیحت کرتے اور کہتے کہ ہم فتنہ ہیں ۔ اس بات سے انکار نہیں
کیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو جادو سکھایا ہو اور انہیں بنی آدم کیلئے فتنہ بنایا ہو جیسے کہ اللہ تعالیٰ
نے خبر دی ہے کہ جو شخص ان سے جادو سیکھنے آتا اسے بطور نصیحت کہتے کہ ہم فتنہ ہیں جادو سیکھ کر کافر نہ بن تاکہ
بندوں کا امتحان لے ۔ انہیں جادو سے اور میاں بیوی میں تفریق سے منع کیا تاکہ جادو کی تعلیم چھوڑ کر
مومن ممتاز ہو جائے اور کافر کو جادو سیکھنے اور کفر کرنے پر سزا دے ۔ تو فرشتے جادو کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار
ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھانے کا اذن دیا ہے ۔ اور جو ان سے جادو سیکھ کر جادو کرتا اس کا جادو
انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا ۔ کیونکہ انہیں جو امر کیا گیا تھا اسکو انہوں نے ادا کر دیا ۔ خازن جلد اول صفحہ ۷۴
ہاروت اور ماروت فرشتے تھے اور صورت بشری میں تھے ۔ عوارضات بشری ان پر طاری تھے ۔ پاؤں سے
چلنا پھرنا اور بیٹھنا عوارض بشری ہیں ۔ زبان سے بولنا حواس خمسہ کا استعمال عوارض بشری ہیں ۔

جو ان دو فرشتوں پر طاری ہوتے تھے۔ ہاروت ماروت فرشتے تھے تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۳ جلد اول عن الحسن البصری

فی تفسیرہ الخ۔ نعم انزل الملکان بالسحر۔ تفسیر روح المعانی جلد اول ص ۳۰۶ وما انزل علی

الملکین الایۃ وھذان الملکان انزلا لتعلیم السحر ابتلاء من اللہ تعالیٰ للناس فمن تعلم و

عمل بہ کفر ومن تعلم وتوقی عملہ ثبت علی الایمان وللہ تعالیٰ ان یمتحن عبادہ بما شاء کما

امتحن قوم طالوت بنھر وان یمیز بینہ وبین المعجزۃ حیث انہ کثر فی ذالک الزمان واظھر

السحرۃ امورا غریبۃ وقع الشک بھا فی النبوۃ فبعث اللہ الملکین لتعلیم ابواب السحر حتی

یزیلا الشبۃ ویمیطا الاذیٰ عن الطریق "ترجمہ"

● — یہ دو فرشتے جادو سکھانے کیلئے اتارے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان لے پس

جس نے جادو سیکھا اور اُسے استعمال کیا کافر بنا اور جس نے سیکھا اور بچاؤ کیا وہ ایمان پر ثابت رہا۔ اللہ

تعالیٰ کو اختیار ہے کہ اپنے بندوں سے جس طرح چاہے امتحان لے۔ جیسے طالوت قوم کا امتحان پانی کی نہر سے لیا

کہ جو پانی پیئے گا وہ ہم سے نہ ہوگا۔ نیز جادو اس لئے سکھایا کہ جادو اور معجزہ میں فرق کیا جاسکے۔ کیونکہ سلیمان

علیہ السلام کے زمانہ میں جادو زیادہ تھا۔ جادوگروں کے ہاتھوں عجیب وغریب امور سرزد ہوتے تھے اور اُن

کے نبی ہونے کا شک گذرتا تو اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو جادو دے کر بھیجا تاکہ جادو کی تعلیم دیں اور

شبہ نبوت دُور کریں اور رستہ سے اس گندگی کو ہٹائیں۔ تفسیر کبیر جلد ثالث ص ۲۱۹

ان اللہ انزلھما فی صورۃ رجلین وکان الواجب علی المکلفین فی زمان

الانبیاء ان لا یقطعوا علی من صورتہ الانسان انہ یکون انسانا کما ان فی

زمان رسولنا کان الواجب علی من شاھد دحیۃ الکلبی ان لا یقطع بکونہ

من البشر بل الواجب توقف فیہ "ترجمہ"

● — ہاروت ماروت کو اللہ تعالیٰ نے دو مردوں کی صورت میں نازل فرمایا۔ سابقہ

نبیوں کی امتوں پر لازم تھا کہ جس شخص کو انسان کی صورت میں دیکھیں ضروری نہیں کہ وہ انسان ہ

اُس کے انسان ہونے پر یقین نہ کریں اور ہمارے نبی کی امت پر واجب ہے کہ جب وہ دحیۃ الکلبی

کہیں تو یقین نہ کریں کہ یہ انسان ہے بلکہ توقف کریں۔

● تفسیر ابن کثیر۔ روح المعانی۔ تفسیر کبیر کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاروت و ماروت فرشتے تھے اور دو مردوں کی صورت میں تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص انسانی صورت میں ہو ضروری نہیں کہ بشر ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ صورت بشری ہو اور حقیقت میں ملکی ہو بلکہ ہمیں توقف کرنا ہوگا۔ اور یہ فیصلہ اپنی عقل سے کرنا ہوگا اور یہ صحیح نہیں ہوگا کہ ہر صورت بشری رکھنے والا بشر ہو۔ ہو سکتا ہے کہ واقع میں وہ فرشتہ نوری ہو۔

ایت وما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان الدیۃ یعنی شان نزول۔ قال محمد بن اسحاق بن یسار عمدت الشیاطین حین عرفت موت سلیمان بن داؤد علیهما السلام فکتبوا اصناف السحر من کان یحب ان یبلغ کذا وکذا فلیفعل کذا وکذا حتی اذا صنفوا اصناف السحر جعلوه فی کتاب ثم ختموه بخاتم علی نقش سلیمان وکتبوا فی عنوانہ ھذا ما کتب آصف بن برخیا الصدیق للملک سلیمان بن داؤد من ذخائر کنوز العلم۔ ثم دفنوہ تحت کرسیہ واستخرجتہ بعد ذالک بقایا بنی اسرائیل حتی احدثوا ما احدثوا فلما عثروا علیہ قالوا واللہ ما کان ملک سلیمان الا بھذا فافشوا السحر فی الناس فتعلموہ وعلموہ فلیس ھو فی احد اکثر منہ فی الیہود لعنھم اللہ تعالیٰ فلما ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما نزل علیہ سلیمان بن داؤد علیهما السلام وعدہ فیمن عد من المرسلین قال من کان فی المدینۃ من الیہود الا تعجبون من محمد یزعم ان ابن داؤد کان نبیا واللہ ما کان نبیا ما کان الا ساحرا فانزل اللہ تعالیٰ ھذا الآیتہ۔ "ترجمہ"

● محمد بن یسار کہتے ہیں جب شیاطین کو سلیمان علیہ السلام کی موت کا علم ہوا تو انہوں نے حسب منشاء جو کچھ جادو پھیلانا اور پہنچانا چاہتے تھے کتابی صورت میں جمع کیا اور اس پر سلیمان کی مہر کا نقش کیا اور اس کے عنوان میں لکھا۔ یہ وہ علم ہے جسے آصف بن برخیا سلیمان بن داؤد کے

کے عہد یقین نے لکھا ہے جو کہ علم کے ذخائر سے ہے۔ پھر اسے سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا۔ بعد میں یہود سے جو
لوگ باقی تھے۔ انہوں نے ان کتابوں کو نکال لیا اور ان گنت باتیں کیں۔ وہ جب اس جادو کے سیکھنے میں کامیاب ہوئے تو
کہنے لگے کہ سلیمان بن داؤدؑ کے ملک کا سہارا یہی جادو تھا۔ جادو کو لوگوں میں خوب پھیلایا۔ لوگوں نے جادو پڑھا اور پڑھایا جادو
کا علم جتنا یہود میں تھا اتنا کسی قوم میں نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیمان علیہ السلام
کے وحی کا اظہار کیا اور انہیں نبیوں کی فہرست میں شمار کیا تو مدینہ کے یہود نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تعجب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو
نبیوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ وہ جادوگر بادشاہ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ یہود تورات کو چھوڑ کر شیطانوں
کے من گھڑت جادو کے تابع ہو گئے اور اس نے سیکھا اور سکھایا حضرت سلیمان علیہ السلام نہ جادوگر تھے۔ اور نہ انہوں نے جادو کو
عمل میں لایا۔ یہ آیت سلیمان علیہ السلام کی برأت میں نازل ہوئی۔ امام قرطبی نے وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ میں "ما" نافیہ بنایا ہے اور
ہاروت و ماروت کے فرشتہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور اس کا بھی انکار کیا ہے کہ فرشتوں پر جادو نازل ہوا۔ اور قرآنی عبارت کو آگے پیچھے
کر کے اس طرح کی تفسیر کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ "ما" نافیہ ہے اور اس کا عطف "ما کفر سلیمان" پر ہے۔ اور ہاروت و ماروت کو الشیاطین
سے بدل بنایا ہے اور آیت کو اس طرح پڑھا ہے وما کفر سلیمان وما انزل علی الملکین ولکن الشیاطین ھاروت وماروت
کفروا یعلمون الناس السحر ببابل، معنی: "نہ سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا اور نہ فرشتوں پر کوئی چیز اتری بلکہ شیطانوں ہاروت
اور ماروت نے کفر کیا لوگوں کو جادو سکھاتے شہر بابل میں"

● امام آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے امام قرطبی پر سخت تنقید کی ہے کہ اسی طرح قرآن
کو مسخ کرنا ہے۔ قرآن کی بلاغت و فصاحت کو ادنیٰ درجہ کلام بنانا ہے۔ اور ہاروت اور ماروت کے فرشتہ ہونے کا انکار ایک واضح
حقیقت کا انکار ہے۔ کیونکہ تمام محققین مفسرین نے "ما" موصولہ یا موصوفہ بنایا اور ہاروت اور ماروت کو ملکین تسلیم کیا ہے اور ان پر
انزال جادو ثابت کیا ہے۔

سحر کا تعلّم اور تعلیم:۔ اس میں اختلاف محققین کے نزدیک جاتا ہے۔ علامہ بیضاوی، علامہ آلوسی
فخر الدین رازی تینوں اس پر متفق ہیں۔ لیکن علامہ ابن کثیر عدم جواز کا قائل ہے۔ "تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۴۴" المسئلة
الخامسة في أن العلم بالسحر ليس بقبيح ولا محظور۔ اتفق المحققون على ذالك لان العلم لذاته شريف
وايضا لقوله تعالى قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون ولان السحر لو لم يكن يعلم لما

لکن الفرق بینه وبین المعجزة والعلم بکون المعجز معجزاً واجب وما یتوقف علیه الواجب فهو واجب

یقیناً۔ فهذا یقتضی ان یکون تحصیل العلم بالسحر واجباً۔ فما یکون واجباً کیف یکون حراماً وقبیحاً وهذا

الکلام فیه نظر من وجوه۔ احدها قوله العلم بالسحر لیس بقبیح ان عنی به عقلاً فمخالفوه من

المعتزلة یمنعون هذا وان عنی به انه لیس بقبیح شرعاً ففی الایة تشنیع لتعلم السحر وفی الحدیث

الصحیح من اتی عرافاً او کاهناً فقد کفر بما انزل علی محمد وفی السنن من عقد عقدة ونفث فیها فقد

سحر۔ نقوله لا محظوراً اتفق المحققون۔ کیف لا یکون محظوراً مع ما ذکرنا من الایة والحدیث الصحیح۔

واتفاق المحققین یقتضی ان یکون قد نص علی هذه المسئلة ائمة العلماء او اکثرهم واین نصوصهم۔

ثم ادخال علم السحر فی عموم قوله هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ فیه نظر لان هذه

الایة انما دلت علی مدح العالمین العلم الشرعی ولم قلت ان هذا منه ثم ترقیه الی وجوب تعلمه بانه لا یحصل

العلم بالمعجز الا به ضعیف بل فاسد بان اعظم معجزات رسولنا علیه الصلوة والسلام هو القرآن العظیم

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید۔ ثم ان العلم بانه معجز لا یتوقف علی علم السحر اصلاً۔ ثم ان من

المعلوم بالضرورة ان الصحابة والتابعین وائمة المسلمین وعامتهم کانوا یعلمون المعجز ویفرقون بینه

وبین غیره ولا یکونوا یعلمون السحر ولا تعلموه ولا علموه والله اعلم بالصواب۔ "ترجمہ"

پانچواں مسئلہ۔ جادو کا علم قبیح اور محظور نہیں محققین نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ کیونکہ علم بالذات خود شریف ہے۔ نیز آیت قرآنی

ہے کہ جاننے والا نہ جاننے والا برابر نہیں۔ اس آیت میں علم سے مراد عام علم ہے جس میں جادو بھی داخل ہے۔ ۲ اگر جادو کا علم

نہ ہو تو جادو اور معجزہ میں فرق نہ ہوگا۔ حالانکہ معجزہ کو بطور معجزہ جاننا ضروری ہے۔ اور جس چیز پر واجب موقوف ہو اس کا

علم بھی واجب ہوتا ہے۔ پس واجب چیز کیسے قبیح اور محظور ہو سکتی ہے۔

اس کلام میں کئی وجہ سے نظر ہے۔ ۱ علم بالسحر قبیح نہیں اس سے کیا مراد ہے۔

کہ آیا عقلاً قبیح نہیں یا شرعاً قبیح نہیں۔ اگر عقلاً کہا جائے تو معتزلہ جو عقل کے تابع ہیں وہ اس کا کیوں انکار کرتے ہیں اور

شرعاً ہے تو پھر بھی صحیح نہیں کیونکہ یہ آیت اتبعوا ما تتلوا الشیطین الایۃ۔ جادو سے متعلق تشنیع ہے۔ اور

حدیث صحیح میں ہے۔ جو عراف اور کاہن کے پاس گیا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا انکار کیا۔ نیز حدیث

میں ہے "من عقد عقدۃ ثم نفث فیہ، فقد سحر" ترجمہ جو شخص جادو کے ایک گرہ لگاتا ہے اور اس میں پھونکتا ہے وہ جادوگر ہے اور یہ قول "لا محظور اتفق المحققون" کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آیت اور حدیث اس کے خلاف ہے اور محققین کے اتفاق کی کوئی نص نہیں۔ پھر علم سحر کو عموم علم آیت قرآنی میں داخل کرنا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ علماء شرع کی مدح میں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ معجزہ کا معجزہ ہونا علم سحر پر موقوف ہے یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ ہے۔ اس کا اعجاز علم سحر پر موقوف نہیں۔ صحابہ تابعین، ائمہ مسلمین سب اعجاز قرآن پر ایمان رکھتے ہیں لیکن نہ انہوں نے جادو سیکھا اور نہ سکھایا۔

عقلی اور نقلی دلائل کا جواب :-

علامہ الوسی صاحب تفسیر روح المعانی نے ان سب دلائل کا جواب دیا ہے۔ ۱۔ پہلی نظر کا جواب۔ علم سحر کا تعلم شرعاً قبیح نہیں۔ کیونکہ آیت "وما تتلوا الشیاطین علیٰ ملک سلیمان" جادو تعلم پر تشنیع نہیں بلکہ یہود کے اتباع پر تشنیع کیونکہ تلا یتلو کا صلہ جب تک علیٰ ہو تو اس کا معنی افتراء ہوتا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ یہود نے شیاطین کے افتراء کردہ جادو کی اتباع کی اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ تو یہ تشنیع یہود کے اتباع پر ہے۔ نہ علم سحر کے تعلم پر ہے۔

۲۔ دوسری نظر کا جواب۔ حدیث کا معنی یہ ہے جو شخص کاہن اور عراف کے پاس برائے استعمال جادو گیا اس نے تعلیم محمدیہ کی تکذیب کی۔ نہ تعلم علم جادو سے تکذیب ہوتی ہے اور استعمال جادو کی حرمت پر کسی کو کلام نہیں۔

۳۔ تیسری نظر کا جواب :- دوسری حدیث "من عقد عقدۃ ثم نفث فیہ فقد سحر" اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹوٹا جادو کرنا بھی جادو ہے کیونکہ حرام کلا اور جنتر اسی طرح حرام ہوتا ہے۔

۴۔ چوتھی نظر کا جواب۔ صحابہ میں آنحضرت موجود تھے۔ انہیں جادو اور اعجاز میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔ اس لیے انہیں جادو پڑھنے اور پڑھانے کی ضرورت نہ تھی۔ کلام اس صورت میں ہے جب اشتباہ ہو۔ اس نظر کا جواب کہ اتفاق محققین پر نص موجود نہیں یہ ہے کہ رئیس مفسرین ابن جریر طبری نے ثابت کیا ہے۔ مامورات بہا اور منہیات عنہ کا علم مکلفین کیلئے ضروری ہے۔ ورنہ امر و نہی لغو ہونگے۔ ہاروت اور ماروت پر انزال جادو بھی سب محققین مفسرین تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ بیضاوی، علامہ فخر الدین رازی اور علامہ الوسی سب نے تسلیم کیا ہے کہ انزال علے الملکین ہوا۔ اور قرطبی کے قول کو (وما انزل علی الملکین) میں ما نافیہ ہے اور انزال نہیں ہوا۔ اس کو

علامہ آلوسی نے سخت رد کیا ہے ۔ تو یہ چاروں مفسرین اس بات پر متفق ہیں تعلم علم سحر جائز ہے نہ حرام ہے یہی

لفظ ہے کہ محققین کا اتفاق ہے ۔

دوسری مثال اشیاء کے ظاہر اور باطن میں اختلاف کی دوسری واضح مثال دوسری آیت جس سے ثابت ہوتا

ہے کہ شئی کی حقیقت اور ہوتی ہے اور اسکی صورت اور ہوتی ہے ۔ پ ۱۶ رکوع ۵ واذکر فی الکتاب مریم اذا

انتبذت من اہلہا مکانا شرقیا فاتخذت من دونہم حجابا فارسلنا الیہا روحنا فتمثل

لہا بشرا سویا ۔ قالت انی اعوذ بالرحمن منک ان کنت تقیا قال انما انا رسول ربک لاہب

لک غلاما زکیا ۔ قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا ۔ قال کذالک قال ربک

ہو علی ہین ۔ ترجمہ پ ۱۶ رکوع ۵ ۔ قرآن میں حضرت مریم کا واقعہ ذکر کرو ۔ جب وہ گھر والوں سے ایک شرقی

مکان میں علیحدہ ہو گئیں تو ان کے سامنے پردہ ڈال دیا ۔ پس ہم نے اس کی طرف اپنا جبرئیل بھیجا ۔ جبرئیل صورت بشری میں

ان کے سامنے آئے ۔ مریم بولیں میں اللہ مہربان کے ساتھ تجھ سے پناہ چاہتی ہوں ۔ اگر تو پرہیزگار ہے ۔ جبرئیل نے

کہا میں تو صرف تیری طرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک بچہ عطا کروں ۔ مریم بولیں مرا بچہ کیسے ہوگا ۔

حالانکہ مجھے اس سے پہلے کسی بشر نے چھوا نہیں اور نہ میں بدکار ہوں کہ کوئی مجھے اب چھوئے گا جبرئیل نے کہا بات اسی طرح ہے

لیکن تیرے رب نے کہا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے ۔

● مریم تنہا اس مکان میں جبرئیل کو بشری صورت میں دیکھتی ہیں ۔ جبرئیل جس کی حقیقت

نور ہے ۔ بشری صورت میں نمودار ہوئے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شئی کی حقیقت اور ظاہر میں اختلاف ہو سکتا ہے

پھر اس طرح اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت نور تھے ۔ اور صورت بشری میں پیدا

ہوئے ۔ صورت اور حقیقت سے عیسیٰ علیہ السلام بشر نہ تھے کیونکہ حقیقی بشر وہ ہوتا ہے جو مرد کے نطفہ سے ہو اور یہ نطفہ

مادر کے شکم میں نطفہ مادر سے مل کر رحم میں پرورش پائے اور کم از کم چھ ماہ رحم میں رہے ۔ تب ظاہر اور باطن کے لحاظ

سے بشر ہوتا ہے ۔ یہاں یہ فطری عمل موجود نہیں ۔ نہ تو نطفہ مرد ہے اور نہ نطفہ عورت سے مرکب ہوا ہے ۔ صرف

اتنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بصورت اصل صورت بشری میں دنیا میں تشریف لائے ہیں ۔ اس آیات سے

دو مثالیں حاصل ہوتی ہیں ۔ ایک مثال جبرئیل علیہ السلام کہ نوری حقیقت بشری صورت میں نمودار ہوتی ہوئی دوسری

مثال عیسیٰ علیہ السلام کہ جن کی حقیقت مِنْ رُّوْحِنَا یعنی نورِ الٰہی سے ہے صورت بشری میں پیدا ہوئے تو حقیقت نور ہے اور صورت بشر ہے۔ اس آیت سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش محض نور سے ہے۔ نطفہ مریم بھی اسکی حقیقت میں داخل نہیں کیونکہ نطفہ مادر کیلئے مَسِّ مِنَ الذَّکَر ضروری ہے اور مَسِّ مِنَ الذَّکَر موجود نہیں۔ کیونکہ آیت کے الفاظ وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ اس کی صاف نفی کر رہے ہیں۔ اگرچہ علامہ بیضاوی نے نطفہ مادر کے رحم میں گرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تفسیر بیضاوی کمل مطبوعہ بیروت صفحہ ۴۰۴ اتاها جبرئیل فتمثل بصورة شاب امرد سوی الخلق لتستانس بكلامه ولعله ليهيج شهوتها به فتنحدر نطفتها الى رحمها

ترجمہ۔ حضرت جبرئیل نوجوان مرد بے ریش صورت میں مریم کے سامنے آیا تاکہ مریم اس کی کلام سے مانوس ہو اور مریم کا نطفہ ان کی رحم میں گرے۔ یعنی جبرئیلؑ نوجوان امرد کی صورت میں اس کے سامنے آئے کہ مریم سے ہمکلام ہو کر مریم کی شہوت ابھاریں اور باتوں باتوں میں ابھرنے سے نطفہ مریم رحم مریم میں چلا جائے۔ اس طرح گویا صورت بشری حاصل ہوگی۔ ورنہ عیسیٰ علیہ السلام سراپا نور صورت بشری میں تھے۔

فائدہ — بیضاوی صفحہ ۴۰۴ عیسیٰ علیہ السلام کی مدت حمل سات ماہ تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چھ ماہ تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آٹھ ماہ تھی اور آٹھ ماہ کا کوئی بچہ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا زندہ نہیں رہا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدت حمل صرف ایک گھڑی تھی۔ حضرت مریم کی عمر میں بھی اختلاف ہے ایک روایت میں تیرہ سال دوسری میں دس سال۔ اور حضرت مریم کو ابھی صرف دو حیض آئے تھے۔ تفسیر خازن جلد سوم صفحہ ۲۳۱ میں آتا ہے کہ رُوْحَنَا سے مراد روح عیسیٰ مراد ہے۔ جو بطن مریم میں پڑ کر مکمل بشری شکل میں پیدا ہوئے۔ اس توجیہ کے مطابق بھی عیسیٰ علیہ السلام حقیقت میں نور تھے۔ اور صورت میں بشر تھے۔

فصل اوّل کے اہم مسائل:۔

پہلا مسئلہ:۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ تعلیم سحر کیلئے زمین پر اتارے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف بندوں کے امتحان کیلئے کہ جادو سیکھیں اور اسے عمل میں نہ لائیں۔ یہ علم انہیں اس لئے دیا گیا کہ معجزہ اور جادو میں فرق کر سکیں۔ نبی اور ساحر میں فرق ہو۔ جو اسے تمیز اور بچاؤ کیلئے سیکھے گا۔ وہ مومن ہوگا۔ اور جو اس کے ذریعے ایذا رسانی کرے گا وہ کافر ہوگا۔

دُوسرا مسئلہ:۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے تھے۔ صُورت بشری میں تعلیم دیتے تھے اور سیکھنے والے کو
پہلے سمجھاتے تھے۔ کہ ہم امتحان کیلئے اُترے ہیں جادُو سیکھو اور اُس کے ناجائز استعمال سے کافر نہ بنّا۔
تیسرا مسئلہ:۔ سابقہ اُمتوں پر ضروری تھا کہ جس کو بشری صُورت میں دیکھیں یقین نہ کریں کہ بشر ہے۔ کیونکہ ہو
سکتا ہے کہ بشری صُورت میں فرشتہ یا جن ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر یہ ضروری ہے کہ اگر دحیہ
کلبی صحابی کی صُورت میں جس انسان کو دیکھیں یقین نہ کریں کہ یہ بشر ہے بلکہ توقف کریں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فرشتہ
بصُورت دحیہ کلبی ہو۔

دُوسری فصل :۔ مقدمہ کی دوسری فصل:۔ کوئی بشر کسی فرشتہ کو اُس کی اصل صُورت میں نہیں دیکھ سکتا اور نہ اُس
کے ساتھ بات کر سکتا ہے۔ اور نہ اُس سے کچھ فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ پ رکوع ۷ ولو نزلنا علیك کتابا فی قرطاس
فلمسوہ بایدیھم لقال الذین کفروا ان ھذا الا سحر مبین وقالوا لولا انزل علیه — ولو انزلنا ملکا
لقضی الامر ثم لا ینظرون ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ "ترجمہ"
● ——— اگر ہم آپ پر قرآن مجید کو کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب کی صُورت میں اُتارتے پھر وہ اسے اپنے
ہاتھوں سے ٹٹولتے تو پھر بھی وہ کہتے کہ یہ صاف جادُو ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ وسلم پر فرشتہ اُن کی تائید کیلئے
کیوں نہیں آتا۔ اگر ہم فرشتہ کو لاتے تو مرد کی شکل میں اُتارتے۔ اور ہم ان پر وہی شبہ ڈالتے جس میں وہ پہلے مبتلا ہیں۔ تشریح
کفار کے ایمان نہ لانے میں کئی بہانے تھے۔ پہلا بہانہ:۔ کہ قرآن کاغذ پر لکھا ہوا کتابی صُورت میں کیوں نہیں اُتارا گیا۔ تو اس کا
جواب یہ دیا گیا کہ کفار اس صُورت میں یہ کہتے کہ یہ صاف جادُو ہے۔ دوسرا بہانہ:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تائید
کیلئے رسول بھیجنا تھا تو رسول فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ ان دونوں بہانوں کے جواب میں فرمایا۔ کہ اگر فرشتہ کو تائید کیلئے بھیجتے
یا فرشتہ کو خود رسول بنا کر بھیجتے تو وہ مرد کی صُورت میں ہوتا۔ اس صُورت میں کافر یہ کہتے کہ یہ انسان کہیں سے پھر رسول بن
کر آگیا ہے۔ تو ان کا بہانہ اور شبہ بدستور قائم رہتا۔ دوسرے اور تیسرے بہانے کے جواب میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اگر فرشتہ تائید
کیلئے اُترتا یا خود رسول بن کر اُترتا تو وہ اپنی صُورت میں نہ آتا۔ بلکہ وہ مرد کی صُورت میں آتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ وہ اپنی
اصل صُورت میں کیوں نہ آتا۔ تو مفسرین نے اس کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ انسان فرشتہ کو اُس کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ
سکتا۔ تفسیر حقانی جلد چہارم۔ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں۔ اس کے بغیر کہ وہ محسوس چیز کی شکل میں متشکل ہوں انکے نظر آنے کی صُورت

بھی فرشتے کو کسی کی صورت میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ اس لئے کہ بغیر اپنی اصلی صورت کسی محسوس چیز کی شکل میں نمودار ہو گا

تفسیر خازن و المدارک جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۵ یعنی "ولو جعلناہ ای لو ارسلنا الیھم ملکا لجعلناہ فی صورۃ

رجل وذالک لان البشر لا یستطیعون ان ینظروا الی الملائکۃ فی صورھم التی خلقوا علیھا۔ ولو نظر ناظر

الی الملک لصعق عند رویتہ ولذالک تاتی الملائکۃ فی صورۃ الانس کما جاء جبریل الی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فی صورۃ دحیۃ الکلبی وکذالک جاء الملکان الی داؤد علیہ السلام فی صورۃ رجلین وکذالک

اتی الملائکۃ الی ابراھیم ولوط علیھم السلام فی الصور البشری ولما رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جبریل فی صورۃ التی خلق علیھا صعق وغشی علیہ" ترجمہ

اگر ہم اہل مکہ کی طرف فرشتے بھیجتے تو مرد کی صورت میں بھیجتے یہ اس لئے کہ بشر فرشتوں کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اگر وہ انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھے تو غش کھا کر گر پڑے۔ اس لئے ملائکہ انبیاء کی طرف انسانی صورت میں آتے ہیں۔ آنحضرت کے پاس دحیہ الکلبی کی صورت میں آتے اور داؤد علیہ السلام کے پاس دو مردوں کی صورت میں آئے۔ اور ابراہیم اور لوط علیہ السلام کے پاس بھی مردوں کی صورت میں آئے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ السلام جب غار حرا میں تھے اور وحی کا آغاز ہونے والا تھا۔ اور جبرئیل کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا تو بوجہ صورت بشری غش کھا کر گر گئے۔ اور بدن پر کپکپی بھی ہو گئی۔ یہ صرف پہلی دفعہ ہوا۔ پھر نہ کپکپی پیدا ہوئی اور نہ صعق و غشی ہوا۔ چنانچہ آگے آئے گا۔

اسی آیت کے تحت روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۸۵۔

"ولو جعلنا النذیر الذی اقترحتم انزالہ ملکا لمثلناہ ذالک الملک رجلا لعدم استطاعتکم معاینۃ الملک علے ھیکلہ الاصلیۃ" ترجمہ

اگر ہم تمہارے مطالبہ کے مطابق رسول نذیر فرشتہ بھیجتے تو وہ مرد کی صورت میں آتا کیونکہ تم فرشتہ کو اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اسی آیت کے متعلق تفسیر ابن کثیر کا فیصلہ:۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۴ حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے کہ اگر فرشتہ ان کے پاس آتا۔ تو مرد کی صورت میں آتا۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تفسیر کبیر جلد ۱۳ صفحہ ۱۶۶ لان البشر لا یطیق

ورؤیتہ الملك فی صورتہ ۔ کیونکہ فرشتہ کو اُس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت بشریہ سے باہر ہے ۔

تیسری فصل : مقدمہ کی تیسری فصل :۔ کوئی بشر دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا ۔ پ ۹ رکوع ۷ سورہ اعراف

"ولما جاء موسی لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر

الیك قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر

مکانہ فسوف ترانی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا

وخر موسی صعقا فلما افاق قال سبحانك تبت

الیك وانا اول المومنین" ۔ ترجمہ

اور جب آئے موسیٰ علیہ السلام ہمارے مقرر کردہ وقت پر اور اُن کے رب نے اُن سے کلام کی تو عرض کرنے لگے اے میرے رب مجھے دکھائی دے تاکہ میں تیری طرف نظر کر سکوں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا ۔ لیکن ذرا پہاڑ کی طرف دیکھو اگر پہاڑ اپنی جگہ پر قرار رہا تو پھر تم مجھے دیکھ لوگے ۔ پس جب اُس کے رب نے پہاڑ پر جلوہ کیا تو پہاڑ کو پاش پاش کر دیا اور موسیٰ غش کھا کر گر گئے ۔ پھر جب ہوش آئی تو کہنے لگے اے اللہ تو عیب سے پاک ہے میں تیری طرف توبہ کرتا ہوں اور میں پہلا مومن ہوں ۔ خلاصہ کلام : جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے ساتھ باتیں کیں تو باتوں باتوں میں شوقِ دیدار پیدا ہوا ۔ کیونکہ فطرتِ انسانی ایسی ہے کہ مخاطب کی باتوں میں اُس کے دیدار کا لازماً شوق ہوتا ہے ۔ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا ۔ یہ پہاڑ میرا جلوہ برداشت نہیں کر سکتا جو اتنا بڑا ہے ۔ بھلا تم مجھے کیسے دیکھو گے ۔ سمجھانے کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا ۔ پہاڑ پر نظر رکھو اور منظر دیکھو جب پہاڑ پر جلوہ الٰہی ہوا ۔ تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا ۔ اور موسیٰ غش کھا کر گر گئے ۔ جب ہوش آیا تو توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ۔ اور عرض کی کہ اللہ میں بغیر دیکھے سب سے پہلا مومن ہوں ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان دُنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا ۔ تفسیر حقانی جلد ۲ صفحہ ۵۲ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۳۵ لیس الانسان ان یرانی فی الدنیا ولا یطیق المنظر الی ولان نظر الی فی الدنیا مات :۔ ترجمہ

انسان دُنیا میں مجھے نہیں دیکھ سکتا ۔ اگر میری طرف نظر کرے تو مر جائے ۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ یا موسیٰ لا یرانی حی الامات ولا یابس الا تدھدہ ۔ اے موسیٰ جو کوئی زندہ مجھے

مر جائے ۔ اور جو غیر روح ہے دیکھے تو پاش پاش ہو جائے ۔ تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۴۷ لن ترانی اسلا قابلیۃ لک لرویتی وانت علی ما انت علیہ ۔ اے موسیٰ تو انسانی صورت میں مجھے دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا ۔ تفسیر کبیر جلد ۱۴ صفحہ ۲۳۲ اعلموا ان القوم تمسکوا بھذہ الآیۃ علی عدم الرویۃ لعبادی تعالیٰ من وجوہ " اس سے قوم نے اللہ کے دیدار کی نفی پر دلیل کی ہے ۔ **چوتھی فصل** ۔ مقدمہ کی چوتھی فصل ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے جبرئیل کو دیکھا (تو حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود کا ایک قول ہے) ۔

دوسرا قول ابن عباس ۔ انس بن مالک ۔ حسن بصری ، عکرمہ اور ابن مسعود کا دوسرا قول ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ۔ اس اختلاف کا مبنیٰ اللہ تعالیٰ کا قول (علمہ شدید القوی ذو مرۃ) ہے ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شدید القوی ، ذو مرۃ نے تعلیم دی ہے ۔ شدید القوی اور ذو مرۃ دو وصفیں جنکے موصوف میں اختلاف ہے حضرت عائشہ صدیقہ اور ابن مسعود کے ایک قول کے مطابق اس کا موصوف جبرئیل علیہ السلام ہیں ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل طاقتور اور عقلمند نے تعلیم دی ۔ حضرت ابن عباس اور ابن مسعود کے دوسرے قول کے مطابق انکا موصوف اللہ تعالیٰ ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ طاقتور اور عقلمند نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی ۔ انس بن مالک اور حسن بصری اور عکرمہ کا بھی یہی قول ہے ۔

اب تفصیل ملاحظہ ہو ۔ پ ۲۷ رکوع ۵ سورۃ النجم

سورۃ النجم :۔ " والنجم اذا ھوی ۔ ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق
عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ۔ علمہ شدید القوی ذو مرۃ ۔ فاستوی
وھو بالافق الاعلی ۔ ثم دنا فتدلی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی ۔ فاوحی
الی عبدہ ما اوحی ۔ ما کذب الفواد ما رای ۔ افتمارونہ علی ما یری
ولقد راہ نزلۃ اخری ۔ عند سدرۃ المنتھی ۔ عندھا جنۃ الماوی
اذ یغشی السدرۃ ما یغشی ۔ ما زاغ البصر وما طغی ۔ لقد رای من
ایات ربہ الکبری "

ترجمہ

پہلے قول کے مطابق کہ آنحضرت نے جبرئیل کو دیکھا ترجمہ اس طرح ہوگا ۔ قسم ہے نجم کی جب

وہ ڈھلے۔ تمہارا ساتھی نہ بھولا اور نہ بھٹکا۔ اپنی خواہش کی باتیں نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی باتیں وحی کردہ باتیں ہیں۔ تعلیم دی آپ کو جبرئیل طاقتور دانا نے پس جبرئیل سیدھا کھڑا ہوگیا جبکہ وُہ افق کے بلند مقام پر تھا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ اور جھکا پس اتنا قریب کہ دو کمانوں کے درمیان کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ پس وحی کی جبرئیل نے اللہ کے بندے کی طرف جو اللہ نے وحی بھیجی تھی دل نے جھوٹ نہ سمجھا جو آنکھوں نے دیکھا۔ اے کفار تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رویت کے معاملہ میں جھگڑتے ہو۔ آنحضرتؐ نے جبرئیل کو دوسری دفعہ بھی دیکھا کہاں دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جہاں جنت الماویٰ ہے۔ کس وقت دیکھا جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رہا تھا جو کہ اُسے ڈھانپ رہا تھا۔ آنکھ نے دیکھنے میں کوتاہی نہ کی کہ اِدھر اُدھر دیکھتی اور نہ تجاوز کیا آنحضرت نے اپنے رب کی بڑی آیات دیکھی۔ خلاصہ آیات :۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو اُس وقت دیکھا۔ جب جبرئیل افق اعلیٰ پر تھے۔ پھر جبرئیل آپ کے قریب ہوئے اور وحی کی۔ آنحضرت نے جبرئیل کو خوب غور سے دیکھا نظر جما کر دیکھا۔ دیکھنے میں کوتاہی نہ کی پورے غور سے دیکھا۔ یہ دیکھنا کوئی خواب و خیال نہ تھا۔ آپکے دل نے آنکھوں کے دیکھے کو سچا سمجھا۔ مقام رویت بتایا کہ ایک دفعہ افق اعلیٰ پر دیکھا پھر دوبارہ سدرۃ المُنتہیٰ کے پاس دیکھا۔ جہاں جنت الماویٰ ہے۔ کب دیکھا جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپنے والے نے ڈھانپ رکھا تھا۔ اس قول کے مُطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو دو دفعہ اصلی صُورت میں دیکھا۔ خُوب دیکھا غور سے دیکھا۔ نظر جما کر دیکھا۔ نہ آپ پر غشی طاری ہوئی نہ آپ بے ہوش ہوئے۔ ایکدفعہ اُفق اعلیٰ پر دیکھا جبکہ جبرئیل آپکے بالکل قریب تھا جبرئیل اور آپکے درمیان صرف دو کی کمانوں بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ تھا۔ دُوسری دفعہ اپنے رب کی ملاقات کے بعد واپسی پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے۔ جبکہ سدرۃ المُنتہیٰ حجاب الٰہی میں مستور تھا۔

دُوسرے قول کے مُطابق تشریح اور ترجمہ :۔ دُوسرے قول کے مُطابق آیات کا ترجمہ یوں ہوگا۔ تعلیم دی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ طاقتور دانا نے پس (شب معراج میں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصد کیا سیدھے کھڑے ہوکر جبکہ وُہ اُفق اعلےٰ پر تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ کے قریب ہوئے اور سجدہ کرتے ہُوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں جُھکے۔ اتنے قریب ہوکر کہ درمیان میں دو کمانوں کا بھی فاصلہ نہ تھا۔ پھر وحی کی اللہ تعالےٰ نے اپنے بندے کو جو وحی کی آنکھوں نے جو دیدار الٰہی کیا دل حضور اقدس نے اسے سچا سمجھا اس کی تصدیق کی۔ اے کفار تُم رویت سے مُتعلق آنحضرتؐ سے جھگڑتے ہو بے سُود۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ (واپسی پر) بھی اپنے رب

کو دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جہاں جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرۃ المنتہیٰ کو حجاب الٰہی نے ڈھانپ رکھا تھا۔ آنکھوں نے دیدار الٰہی خوب کیا نظر جما کر دیکھا۔ غور سے دیکھا اور ماندہ نہ ہوئیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب کی بڑی آیات دیکھیں اس قول کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہی قول راجح ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں۔

وجہ اول :-

جبرئیل اللہ کے بندے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اولو العزم پیغمبر ہیں۔ جبرئیل کی حیثیت ایک پیغام رسان فرشتہ کی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت جبرئیل کی ذات سے بہت بلند ہے۔ اگر یہاں جبرئیل اور آپکی ملاقات کا معاملہ ہے تو اس اہتمام سے قسم اُٹھا کر بیان کا کیا مقصد؟ بندہ کی ملاقات کا معاملہ صرف ایک سادہ فقرہ میں ادا ہو سکتا تھا۔ قرآن کا یہ طرز بیان یہ اہتمام ظاہر کرتا ہے۔ کہ عبد اعلیٰ کی ملاقات ہے۔ رب جل و علیٰ کی ملاقات ہے۔ اسلئے یہ اہتمام مدنظر رکھا گیا ہے۔

وجہ ثانی :-

کفار کہتے ہیں کہ قرآن آنحضرت صلے اللہ علیہ السلام نے خود گھڑا ہے یا کوئی اور شخص انہیں گھڑ کر لا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی کہ قرآن نبی یا کسی دوسرے شخص کا گھڑا ہوا نہیں۔ بلکہ خود اللہ تعالیٰ ھا قتو دنا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پڑھایا ہے۔ جبرئیل یا کسی بشر نے گھڑ کر نہیں دیا۔

وجہ ثالث :-

اگر جبرئیل مراد ہو تو انتشار ضمائر لازم آتا ہے۔ جو بلاغت قرآن کے مخالف ہے۔ اوحیٰ کی ضمیر غائب مرجع جبرئیل ہوگا۔ اور عبدہ ضمیر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہونگے۔ پھر ما اوحیٰ کی ضمیر کا مرجع جبرئیل ہوگا یا اللہ تعالیٰ ہوگا۔ اس قسم کا انتشار فی الضمائر فصاحت و بلاغت قرآن کے بالکل منافی ہے۔ بلغاء اسے عیب فی اللسان شمار کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من خالك

وجہ رابع :-

یہ آیات معراج ہیں جو واقعہ اسراء کو بیان کرتی ہیں اور احادیث معراج جو واقعہ اسراء بیان کرتی ہیں۔ اِن آیات اور احادیث میں تطابق اُسی وقت ممکن ہے جب شدید القوی اور ذو مرۃ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات

اقدس ہے۔ احادیث صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جبرئیل ساتویں آسمان سے آگے مصاحبت رسولؐ میں نہ تھے۔ ساتویں آسمان سے آگے آنحضرتؐ تنہا سفر پیما ہوئے۔ فرض صلوٰۃ خمسہ کا وحی جو وحی کا اہم حصہ تھا وہ بلا واسطہ جبرئیل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرض فرمانے والے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تخفیف کراتے رہے یہ حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ یہ تعلیم صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی واسطہ جبرئیل بالکل منقطع تھا۔ دیکھیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۸/۵۲۹ حدیث متفق علیہ مسلم و بخاری۔

دیدار الٰہی کے تفسیر حقانی کی وضاحت

دوسرے قول کے مطابق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو کر اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ رائے مفسرین ملاحظہ ہو۔ تفسیر حقانی جلد ششم صفحہ ۳۲۹ صحابہ کی ایک جماعت جس میں عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر سر فہرست ہیں اور خلف میں سے ایک جماعت ان کی متبع ہوئی۔ خصوصاً صوفیائے کرام اسی طرف ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے دیکھا اور آیات فاستویٰ سے آخر تک اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا باہم قرب اور ہے۔ اس تقدیر پر آیات کے یہ معنے ہوں گے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوت رسالت میں حد کمال کو پہنچے یعنی ملکیت اور روحانیت کا ان پر غلبہ ہوا یعنی استوا سے مراد کہ آپ بشریت کے اُفق اعلیٰ پر تھے۔ بشریت کے دائرہ سے نکلنے والے تھے کہ روحانیت محضہ میں داخل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں تک قریب ہوئے کہ درمیان میں دو قوسوں کا فاصلہ تک نہ رہا۔ یعنی آپ میں قوس حدوث اور امکان اور اللہ تعالیٰ میں قوس وجوب و قدم اتصال حقیقی سے مانع تھا جب یہ تقرب حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو چاہا بتلا دیا۔ یہ ہے وحی کی حقیقت یعنی بندہ اور ذات قدوس میں ایسا تقرب ہوا جس کی کیفیت حد بیان سے باہر ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے ہمکلام ہو کر جو چاہا بتایا۔ یہ وحی کی پہلی قسم ہے جس کا نام غیر متلو ہے۔ پھر اے کفار تم محمد صلے اللہ علیہ السلام سے اُس کی دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑتے ہو۔ اُس کی آنکھ نے دیکھا جو نور الٰہی سے سرمگین تھیں۔ جو دل کا حکم رکھتی تھیں۔ پھر (ولقد راہ نزلۃ اخریٰ) پھر شب معراج میں آسمانوں پر دوبارہ دیدار الٰہی سے مشرف ہونے کا بیان شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ السلام نے بار دگر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ جو جنت ماویٰ میں ہے۔ وہ کوئی دنیا کا درخت بیری وغیرہ کا نہیں۔ بلکہ وہ صوفیائے کرام کے نزدیک عبارت ہے روح اعظم سے جس کے اوپر کوئی تعین اور مرتبہ نہیں اور اُس کے اوپر بجز ہویت محضہ کے اور کچھ نہیں اور اسی لئے اس کے پاس رویت واقع ہوئی۔ کیونکہ یہاں فنائے محضہ سے بقائے محضہ کی

طرف رجوع ہوتا ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کیلئے وادیٔ مبارکہ میں ایک درخت پر تجلی ہوئی۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جنت الماویٰ میں جو وادیٔ مبارکہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس درخت کی صورت میں تجلی ہوئی جو تمام ارواح کی جڑ ہے۔ آپ نے وجود حقانی میں متحقق ہو کر چشم حقیقت میں جس کے آگے کوئی چیز حاجب نہیں تھی۔ خداوند تعالیٰ کو عیاناً دیکھا۔ ماذاغ البصر وما طغیٰ کے یہی معنی ہیں۔ مسلم اور ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا ہے اور احمد وغیرہ محدثین نے بسند صحیح اس بات کو ثابت کیا ہے اور تصدیق کیا ہے۔

امام نوادی کا فیصلہ متعلق رویت الٰہی

رویت الٰہی کے متعلق محققین کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔ تفسیر خازن جلد چہارم مطبوعہ مصر ۲۰۸

"فصل فی کلام الشیخ محی الدین النوادی فی معنی قوله ولقد راٰه
نزلة اخری ہل رأی النبی صلے اللہ علیه وسلم ربه عزوجل
لیلة الاسراء [illegible] القاضی عیاض اختلف السلف والخلف هل رای
النبی صلے اللہ علیه وسلم لیلة الاسراء ربه عزوجل
فانکرت عائشة کما وقع فی حدیث صحیح مسلم وجاء مثله
عن ابی هریرة وجماعة وهو المشهور عن ابن مسعود والیه
ذهب جماعة من المحدثین والمتکلمین وروی عن ابن عباس
انه راٰه بعینه ومثله عن ابی ذر وحسن وکعب والحسن کان
یحلف علی ذلك وحکی مثله عن ابن مسعود وابی هریرة
واحمد بن حنبل وحکا اصحاب المقالات عن ابی الحسن الاشعری
وجماعة من اصحابه ووقف بعض مشائخنا فی هذا ۔ وقال لیس
علیه دلیل واضح ولکن رؤیة جائزة فی الدنیا ۔ وسوال موسیٰ
ایاه دلیل علی ذلك اذلا یجهل نبی ما یجوز وما یمتنع علی ربه
کذالك اختلفوا فی ان نبینا صلے اللہ علیه وسلم ہل کلم

ربه ليلة الاسراء بغير واسطة ام لا - وحكى عن الاشعري

وقوم من المتكلمين انه كلمه بغير واسطة - وعزى بعضهم

هذا القول الى جعفر بن محمد وابن مسعود وابن عباس وكذالك

اختلفوا في قوله (دنا فتدلى) فالاكثر على ان هذا الدنو والتدلي منقسم

بين جبرئيل والنبي صلى الله عليه وسلم او مختص باحدهما من الا

خر او من سدرة المنتهى وذكر ابن عباس والحسن البصري محمد بن

كعب وجعفر بن محمد وغيرهم انه دنو من النبي الى ربه عز وجل او من

الله الى النبي - وعلى هذا القول يكون الدنو والتدلي متاولا ليس

على وجهه بل كما قال جعفر ابن محمد الدنو من الله لا حد له ومن العباد

بالحدود فيكون معنى دنو النبي الى ربه وقربه منه ظهور عظيم

منزلته لديه واشراق انوار معرفته عليه واطلاعه من غيبه

واسرار ملكوته على ما لم يطلع سواه عليه - والدنو من الله تعالى

اظهار ذالك وعظيم بره وفضله العظيم عليه ويكون قوله تعالى

قاب قوسين او ادنى عبارة لطف المحل وايضاح المعرفة والاشراف

على الحقيقة من نبينا صلى الله عليه وسلم ومن الله اجابة الرغبة

وابانة المنزلة هذا اخر كلام القاضي عياض - قال الشيخ

محي الدين واما صاحب التحرير فانه اختار اثبات الرؤية

والحجج في المسئلة وان كانت كثيرة ولكن لا نتمسك الا بالقوى

منها وهو حديث ابن عباس اتعجبون ان تكون الخلة

لابراهيم والكلام لموسى والرؤية لمحمد صلى الله عليه وسلم

وعليهم اجمعين وعن عكرمة قال سئل ابن عباس هل راى

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عز وجل قال نعم وتو روی
باسناد لا باس بہ عن شعبۃ عن قتادہ عن انس قال رای محمد
ربہ عز وجل وکان الحسن البصری یحلف لقد رای محمد صلی
اللہ علیہ وسلم ربہ عز وجل والاصل فی مسئلۃ حدیث ابن عباس
حبر ہذہ الامۃ وعالمہا المرجوع الیہ فی المعضلات وراجعہ
ابن عمر فی ہذہ المسئلۃ وارسلہ ہل رای محمد صلی اللہ علیہ و
سلم ربہ عز وجل فاخبرہ انہ راہ ولا یقدح فی ہذا حدیث
عائشۃ لان عائشۃ لم تخبر انہا سمعت النبی صلی اللہ علیہ
سلم یقول لم ار ربیہ - وانما ذکرت متاولۃ یقولہ
تعالی ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب
او یرسل رسولا - ولقولہ تعالی لا تدرکہ الابصار - والصحابی
اذا قال قولا وخالفہ غیرہم منہم لم یکن قولہ حجۃ واذا صحت
الروایات عن ابن عباس انہ تکلم فی ہذہ مسئلۃ باثبات الرؤیۃ
وجب المصیر الیہ لانہا لیست مما یدرک بالعقل ولیوخذ بالظن -
وانما یتلقی بالسمع ولا یستجیز احد ان نظن بابن عباس
انہ تکلم فی ہذۃ المسئلۃ بالظن والاجتہاد وقد قال معمر بن
راشد حین ذکر اختلاف عائشۃ وابن عباس ما عائشۃ عندنا
اعلم من ابن عباس ثم اثبت ابن عباس ما نفتہا والمثبت
مقدم علی النافی ہذا کلام صاحب التحریر فی اثبات للرؤیۃ -
قال الشیخ محی الدین فالحاصل ان الراجح عند الاکثر ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای ربہ عز وجل بعینی

رأسه ليلة الاسراء لحديث ابن عباس وغيره مما تقدم
واثبات هذا لا يأخذونه الا بالسماع عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم - هذا مما ينبغي ان لا يتشكك فيه ثم ان عائشة
لم تنف الرؤية بحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولو كان معها حديث لذكرته وانما اعتمدت على الاستنباط
من الآيات وسنوضح الجواب عنها فنقول اما الاحتجاج
لعائشة بقوله لا تدركه الابصار فجوابه ظاهر فان الادراك
هو الاحاطة والله لا يحاط به واذا ورد النقض بنفي الاحاطة
لا يلزم منه نفي الرؤية بغير احاطة - وهذا الجواب في نهاية
الحسن مع اختصاره واما احتجاج عائشة بقوله تعالى وما كان
لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا الآية
فالجواب عنه من اوجه - احدها انه لا يلزم مع الرؤية وجود
الكلام حال الرؤية فيجوز الرؤية بغير كلام والوجه الثاني انه عام
مخصوص بما تقدم من الادلة . المخصوص لا يكون حجة
في الباقي لاحتمال التخصيص فيه ايضا فلا يكون قطعي الحكم
فيه - الوجه الثالث ما قاله بعض العلماء وان المراد بالوحي
الكلام من غير واسطة وهذا القول وان كان محتملا
لكن الجمهور على ان المراد بالوحي هٰهنا الالهام والرؤية
في المنام وكلاهما يسمى وحيا واما قوله تعالى او من
وراء حجاب فقال الواحدي وغيره معناه غير مجاهر لهم بالكلام
بل يسمعون كلامه سبحانه من حيث لا يرونه وليس المراد

ان ھناك حجابا یفصل موضعا عن موضع و یدل علی تحدید ۔

المحجوب فھو بمنزلة ما یسمع من وراء حجاب حیث لم یر

المتکلم ۔ ترجمہ

امام نوادی کی تحقیق کا ترجمہ :۔

● شیخ محی الدین نوادی نے جو کلام آیت و لقد رآہ نزلۃ اخریٰ کے متعلق ہے ۔ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے یا نہیں ۔ یعنی شب معراج میں ۔ وہ کہتے ہیں ۔ قاضی عیاض کہا ہے کہ آنحضرت کی رویت باری تعالیٰ میں متقدمین اور متاخرین اختلاف رکھتے ہیں ۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے رویت کا انکار کیا ہے جیسے صحیح حدیث مسلم میں ہے ۔ ایک روایت ابو ہریرہ اور ابن مسعود سے بھی ہے ۔ اور جماعت محدثین اور متکلین کا بھی یہی خیال ہے ۔ لیکن ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ۔ اسی طرح ابوذر و کعب حسن بصری نے بھی کہا ہے ۔ حسن بصری قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ ضرور دیکھا ۔ ایک روایت ابن مسعود ، ابی ہریرہ اور احمد حنبل سے بھی ہے ۔ اور ابوالحسن الاشعری اور اس کے ساتھیوں سے بھی ایسا منقول ہے ۔ اور بعض مشائخ نے اس میں توقف کیا ہے ۔ اور کہا ہے کہ اس معاملہ میں کوئی واضح دلیل نہیں ۔ لیکن رویت باری تعالیٰ دنیا میں ممکن ہے ۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا سوال اس پر دلیل ہے ۔ کیونکہ کوئی نبی اس بات سے جاہل نہیں ہوتا کہ فلاں چیز اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز ہے اور فلاں جائز نہیں ۔ اور اس میں بھی اختلاف ہے ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شب معراج میں کلام کی یا نہیں ۔ ابوالحسن الاشعری اور متکلین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ کلام کی ہے ۔ بعض نے یہ قول جعفر بن محمد اور ابن عباس اور ابن مسعود کی طرف منسوب کیا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول "دنیٰ فتدلیٰ" میں بھی اختلاف ہے کہ یہ دنو اور تدلی جبرئیل اور رسول کے درمیان ہے یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ہے ۔ حضرت ابن عباس و الحسن الا محمد بن کعب اور جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ یہ دنو اور تدلی نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے ۔ اس قول کے مطابق دنو اور تدلی کا معنی حقیقی نہیں بلکہ متاول ہے ۔ جیسے جعفر بن محمد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوئی حد نہیں ۔ اور بندوں کی قرب کی حد ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم مرتبہ اور منزلت حاصل ہوئی ۔ اور اللہ تعالیٰ کے انوار معرفت کا اشراق ہوا ۔

اور اللہ تعالیٰ کے غیوب پر مطلع ہوئے۔ اور اسرار ملکوتی سے واقف ہوئے جو کسی کو حاصل نہیں ہوئے۔ اور اللہ کی طرف سے قُرب و تدلی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسرار معرفت کا اشراق آنحضرت پر کیا۔ اور عظیم شفقت سے نوازا اور اپنے ہاں عظیم مرتبت سے نوازا۔ اور قاب قوسین کا مطلب کہ آنحضرت پر عظیم الطافات ربانی کا نزول ہوا اور معرفت الٰہی کا کھل کر حصول ہوا۔ اور انوارِ خداوندی پر خوب اطلاع پائی۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ مطلب ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کی ہر دو جہت قبول کی اور قُرب منزلت کا کھل کر اظہار فرمایا۔ یہاں تک قاضی عیاض کی عبارت تھی۔ شیخ محی الدین نوادی کہتے ہیں کہ صاحب تحریر نے رویت الٰہی کے " کو اختیار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ اس میں دلائل کثیر ہیں لیکن ہم سب سے قوی دلیل پر تمسک کرتے ہیں وہ عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے۔ کیا تُم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلیل لقب حضرت ابراہیم کو ملا اور کلیم کا لقب مُوسیٰ علیہ و السلام اور رویت کا شرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا۔ حضرت عکرمہ شاگرد ابن عباس سے روایت ہے کہ ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، فرمایا ہاں فرور دیکھا اور شعبہ حضرت قتادہ سے اور قتادہ انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے رب کو دیکھا اور حسن بصری قسم اُٹھا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اس مسئلہ میں بنیادی حدیث ابن عباس رضؓ کی ہے جو اس اُمت کے حبر یعنی بلند پایہ عالم ہیں ہر مُشکل مسئلہ میں صحابہ کا انہی کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ اور عبداللہ بن عمر جو کہ پہلے رویت کے قائل نہ تھے۔ اُن کے قول کی طرف رجوع ہوتا تھا۔ اُنہوں نے عبداللہ بن عباس کی طرف پیغام بھیجا کہ کیا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو عبداللہ بن عباس نے خبر دی کہ ضرور دیکھا۔ اور اس معاملہ میں حضرت عائشہ صدیقہ کا انکار اس میں کوئی نقص یا نقصان دہ نہیں۔ کیونکہ عائشہ صدیقہ نے اس معاملہ میں کوئی حدیث پیش نہیں کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔ بلکہ انہوں نے صرف قرآن مجید کی ایت سے استدلال پکڑ کر انکار کیا۔ ایت ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا الدیۃ۔ اور قول اللہ تعالیٰ لا تدرکہ الابصار ترجمہ پہلی آیت۔ کسی بشر کو یہ حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہو۔ مگر وحی کی صُورت میں یا پس پردہ یا رسول بھیج کر۔ دُوسری آیت کا ترجمہ۔ نظریں اللہ تعالیٰ کو احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ انہیں احاطہ میں لے سکتا ہے۔

اصولِ حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی صحابی بات کرے اور دُوسرے صحابی اُس کی مخالفت کریں تو اس کا قول دلیل نہیں بنے گا جب ابنِ عباس رضؓ سے صحیح روایت موجود ہے کہ اُنہوں

نے اس مسئلہ میں واضح ثبوت دیا ہے تو ان کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ کہ مسئلہ رویت عقل اور اجتہاد
سے نہیں ہو سکتا۔ اس مسئلہ میں سماعت عن رسول اللہ ضروری ہے۔ اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ابن
عباس نے رویت کا ثبوت ظن اور اجتہاد سے کیا ہے۔ معمر بن راشد کے سامنے جب عائشہ صدیقہ اور حضرت
ابن عباس کا اختلاف پیش آیا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ صدیقہ ہمارے نزدیک ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں
نیز ابن عباس اس چیز کو ثابت کرتے ہیں۔ جس کو دوسرے نفی کرتے ہیں۔ اور اصول یہ ہے کہ مثبت کی بات کو مانا
جاتا ہے اور اسے ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ کلام اثبات رویۃ باری تعالیٰ میں صاحب تحریر کی تتمہ۔ اب شیخ محی
الدین کا فیصلہ سنیئے۔ اکثر علماء کے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج
میں اپنے رب کو اپنے سر کی دو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضؓ وغیرہ یہ مسئلہ نبی کریم صلے اللہ
علیہ وسلم سے سُن کر ہی ثابت کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ یقینی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کیونکہ عائشہ
صدیقہ نے حدیث کی نفی کسی حدیث سے نہیں کی۔ ان کے پاس کوئی حدیث نہیں تھی! ورنہ ایت سے استنباط نہ
کرتے۔ حدیث کی موجودگی میں استنباط جائز نہیں۔ ایت قرآن کے استنباط کا جواب یہ ہے۔ کہ ایت سے ادراک
کی نفی ہوتی ہے اور ادراک احاطہ کلی کا نام ہے۔ اور نظر اللہ تعالیٰ کا احاطہ کلی نہیں کر سکتی۔ تو اس ایت سے
رویت احاطہ کلی کی نفی ثابت ہوتی ہے نہ کہ مطلق رویت کی نفی ہوتی ہے۔ اور مدعا مطلق برویت ہے۔ کیونکہ
احاطہ کلی نا ممکن ہے۔ اسی دوسری آیت ٭
٭ کا جواب یہ ہے کہ اس ایت سے تو صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ کلام نہیں
کر سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ رویت کے ساتھ کلام بھی ہو۔ ہماری کلام صرف رویتہ میں ہے جو کہ ممکن ہے
نہ رویت مع الکلام ہمارا دعویٰ ہے۔ یہ پہلا جواب ہے۔ دوسرا جواب۔ اس ایت کے ساتھ عدم رویت
کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ ایت عام مخصوص البعض کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی رویت اور کلام
جمع نہیں ہو سکیتں۔ یہ ایت صرف اس بات کی دلیل ہے کہ رویت اور کلام اکٹھی نہیں ہو سکیتں۔ تو پھر اس
آیت سے صرف رویت یا صرف کلام کا نہ ہونا کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ تو ایت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ
کوئی بشر اللہ تعالیٰ کے ساتھ بالمشافہ ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں بالمشافہ رویت کے ساتھ کلام
بھی ہو (عموماً بڑوں کا دیدار بغیر کلام ہی ہوتا ہے۔ عاشق معشوق کو صرف دیکھ دیکھ کر ہی تسکین ہوتے ہیں)۔

انہیں دیدار کے وقت کلام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کلام کا لطف علیحدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور دیدار کا لطف علیحدہ۔ انہیں ان دو لذتوں کو اکٹھا اُٹھانے کی برداشت نہیں ہوتی۔)

حضرت احمد بن حنبل کا عقیدہ رویت میں :۔

● حضرت امام احمد بن حنبل کا عقیدہ۔ انہ یقول اذا سئل رآہ رآہ رآہ حتی ینقطع نفسہ۔ ترجمہ: جب امام حنبل سے رویت باری کا سوال ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو وہ جواب میں کہتے "دیکھا ہے، دیکھا ہے، دیکھا ہے"۔ یہی لفظ تکرار کرتے رہتے حتیٰ کہ آپ کی سانس رُک جاتی روح المعانی جلد ۲۵ صفحہ ۴۶۔

علامہ الطیبیؒ کا فیصلہ رویت میں :۔

● الذی یقتضیہ النظم اجراء الکلام الی قولہ وھو بالافق الاعلیٰ علی امر الوحی وتلقیہ من الملک۔ ومن قولہ سبحانہ (ثم دنا فتدلیٰ) الی قولہ لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ علی امر المعراج الی جناب القدس۔ ثم قال لا یخفی علی کل ذی لب اباء مقام (فاوحی) الحمل علی ان جبرئیل اوحی الی عبد اللہ ما اوحی) اذ لا یذوق منہ ارباب القلوب الا معنی المناغات بین المتسادین وما یضیق عنہ بساط الوھم ولا یطیقہ نطاق الفھم۔ وکلمۃ ثم علی ھذا للتراخی الرتبی والفرق بین الوحیین ان احدھما وحی بواسطۃ وتعلیم والاخر وحی بغیر واسطۃ بجہت التکریم فیحصل عندہ الترقی من مقام وما منا الا لہ مقام معلوم الی مخدع قاب قوسین روح المعانی جز ۲۵ صفحہ ۴۶۔

● نظم قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ علمہ شدید القویٰ سے وھو بالافق الاعلیٰ تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل کے درمیان وحی اور القاء کا معاملہ ہے۔ اور اس سے آگے ثم دنا فتدلیٰ سے لقد رأی من آیات ربہ الکبریٰ تک اللہ اور اس کے رسول کا معاملہ ہے۔ قرب اور تدلی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ہے۔ پھر طیبی نے کہا کہ (فاوحی تا ما اوحی) کو اس پر حمل کرنا کہ جبرئیل نے عبد اللہ پر وحی کی۔ ہر ذی شعور پر یہ مخفی نہیں کہ اس

قسم کا حمل اس مقام کے مخالف ہے۔ مقام اس کا انکار کرتا ہے۔ صاحب ذوق اس کو پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ تو دو ہم سرگوشی کرنے والوں کے درمیان بچوں کو بہلانے والی بات ہے۔ یہ تو احاطہ وہم سے بھی باہر ہے۔ اور فہم اسے سمجھنے سے قاصر ہے ہماری اس رائے کے مطابق ثم کا کلمہ یہاں رتبی تراخی اور دو وحیوں کے درمیان فرق کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے۔ پہلی وحی یعنی جبرئیل اور آنحضرت کے درمیان وحی بالواسطہ اور تعلیم ہے اور دوسری وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تعظیم ہے۔ اس صورت میں ترقی ہے کہ پہلا وحی جبرئیل سے شروع ہوا۔ اور ترقی ہوتے ہوئے بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا تکرم اور تعظم ہوا۔ اور ہر مخلوق کا مقام معلوم ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت کا مقام پردہ قاب قوسین تک ترقی کر گیا۔ روح المعانی جلد ۲۵ صفہ ۴۶

حضرت جعفر صادق رضی کا عقیدہ متعلقہ رویت میں:۔

حضرت جعفر صادق رضی کا عقیدہ (ما اوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ) کے معنے حبیب جب حبیب کے قریب ہوا تو حق سبحانہ نے اسے پالیا اور اسے الطافات سے نوازا۔ کیونکہ الطافات الٰہی نہ ہوتے تو وصف ہیبۃ الٰہیہ کی آپ کو تاب نہ ہوتی۔ محب اور محبوب کے درمیان ہوا جو کچھ ہوا۔ حبیب نے حبیب کو وہ کچھ کہا جو حبیب حبیب کو کہتا ہے وہ عنایات کیں جو دوست اپنے دوست پر کرتا ہے۔ اور وہ سرگوشی کی جو حبیب اپنے حبیب سے کرتا ہے۔ دونوں نے راز کو مخفی رکھا اور اس راز پر دوسرے کو مطلع نہ کیا۔ روح المعانی جلد ۲۵ صفہ ۴۶

صوفیاء عظام کا فیصلہ:۔

دنا فتدلیٰ۔ دنو سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب اپنے حبیب کی طرف ہے۔ اور حبیب کا قرب اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی دو آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان میں سے بعض نے (ما زاغ البصر وما طغیٰ) کے معنے یوں کئے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ دیدار الٰہی کے وقت نہ ماند پڑی اور نہ جنت کی طرف دیکھا اور اس کی تزئین کی طرف نظر پھیری اور نہ دوزخ اور نہ اس کے لہبات کو دیکھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف ٹکٹکی باندھ کے دیکھتی رہی۔ اور اس دیدار سے ادھر ادھر نہ پڑی۔ روح المعانی جلد ۲۸ صفہ ۴۶

علامہ الوسی کا عقیدہ

علامہ الوسی صاحب روح المعانی کا عقیدہ :۔ وانا اقول برویتہ صلے اللہ

علیہ وسلم دبہ سبحانہ وبدنوہ منہ علے الوجہ الائق ۔ یعنی میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا خواہ صاحب الکشف کے قول کو مانوں یا علامہ طیبی کے قول کو تسلیم کروں ۔ رُوح المعانی جلد ۲۸ صفحہ ۴۶ ۔

ابولہب اور اُس کے بیٹے عتبہ کا تاثر متعلقہ دنو و تدلی

ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ کا تاثر دنو اور تدلی سے متعلقہ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ :-

عن ھناد بن الاسود[1] قال کان ابولھب وعتبہ ابنہ تجھز الی الشام فتجھزت معھما فقال ابنہ واللّٰہ لانطلقن الی محمد ولاذینہ فی ربہ سبحانہ وتعالٰی فانطلق حتی اتی النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم فقال یا محمد ھو یکفر بالذی دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی ۔ فقال النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم سلط علیہ کلبا من کلابک ثم انصرف عنہ فرجع الی ابیہ فقال یا بنی ما قلت لہ فذکر لہ ما قال لہ ما قال لک قال قال اللّٰھم سلط علیہ کلبا من کلابک قال یا بنی واللّٰہ ما اٰمن علیک دعاءہ فسرنا حتی نزلنا ابراۃ وھی فی سرۃ نزلنا الی صومعۃ راھب ۔ فقال راھب یا معشر العرب ما انزلکم ھذہ البلاد فانھا یسرح الاسد فیھا کما تسرح الغنم فقال لنا ابولھب انکم قد عرفتم کبر سنی وحقی وان ھذا الرجل قد دعا علے ابنی دعوۃ واللّٰہ ما اٰمنھا علیہ فاجمعوا متاعکم الی ھذا الصومعۃ وافرشوا لابنی علیھا ثم افرشوا حولھا ففعلنا فجاء الاسد فشم وجوھنا فلم یجد ما یرید فتقبض فوثب وثبۃ فاذا ھو فوق المتاع فشم وجھہ ثم ھزمہ ھزمۃ فسخ راسہ ترجمہ ھناد بن الاسود

[1] وفی بعض روایتہ ھبار بن الاسود الخصائص سیوطی جلد اوّل صفحہ ۱۴۷ سے روایت ہے بعض نسخوں میں ہبار بن الاسود ہے ۔ کہ ابولہب اور اُس کے بیٹے عتبہ نے شام کی طرف سفر کرنے کی،

تیاری کی تو میں بھی اُن کے ساتھ تیار ہو گیا۔ ابولہب کے بیٹے عتبہ نے کہا کہ میں اللہ کی قسم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں اور انہیں اُن کے رب کے متعلق خبردار کرتا ہوں۔ پھر وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا اے محمد وُہ اس کا انکار کرتا ہے جو قریب ہوا اور جھکا حتےٰ کہ دو کمانوں کے برابر یا اُس سے بھی کم فاصلہ پر رہ گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے بد دعا کی فرمایا اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر تاکہ وُہ اسے ہلاک کر دے۔ عتبہ وہاں سے ہٹ کر اپنے باپ کے پاس پہنچا تو ابولہب اس کے باپ نے پوچھا بیٹے تُو نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا کہا تھا تو بتایا کہ میں نے ایسا کہا تو باپ نے پوچھا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھے کیا کہا۔ تو عتبہ نے بتایا کہ اُنہوں نے کہا ہے کہ اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر۔ ابولہب نے بیٹے کو کہا کہ محمد کی بد دُعا کی وجہ سے اب تو محفوظ نہیں۔ پھر ہم نے سفر شروع کیا یہاں تک کہ ہم ابراہ پہنچے۔ جو سدرہ کے علاقہ میں ہے وہاں ایک راہب کے حجرہ کے پاس ٹھہرے۔ ہمیں راہب دیکھ کر کہنے لگا۔ عربو! تم یہاں کیسے آگئے۔ یہاں تو شیر ایسے پھرتے ہیں جیسے بکریاں پھرتی ہیں۔ تو ابولہب کہنے لگا اے میرے ساتھیو تم میرے بڑھاپے کو جانتے ہو اور جو میرا حق ہے وُہ بھی جانتے ہو۔ اور تُم یہ بھی جانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے بیٹے کے حق میں بد دعا کی ہے۔ اس لئے میں اپنے بیٹے کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ اس لئے تم سب اپنا سامان اس حجرہ کے پاس اکٹھا کرو اور اس کے اُوپر میرے بیٹے کا بستر بچھاؤ اور تم اپنے بستر اس کے اردگرد بچھاؤ۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر ایک شیر آگیا وُہ ہمارے مُنہ سُونگنے لگا۔ لیکن وُہ جس کی تلاش میں تھا وُہ اسے نہ ملا۔ پھر اُس نے اپنے بدن کو سمیٹا اور چھلانگ لگائی اور سامان کے اُوپر جا پہنچا۔ عتبہ کا مُنہ سُونگھا اور اُس کے سر کو چبایا اور اُسے توڑ پھوڑ دیا۔ ابولہب نے کہا کہ مجھے پتہ تھا کہ میرا بیٹا محمد کی بد دُعا سے بچ نہیں سکتا۔

● ——— اس حدیث سے چند نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ (۱) مکہ شریف میں معراج نبوی کا اتنا چرچا تھا کہ کفار بھی اس سے متاثر تھے۔ ان کے دل و دماغ میں بھی یہ بات بیٹھ چُکی تھی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر گئے۔ اللہ تعالیٰ کے قریب ہو کر رویت باری حاصل کی۔ اگرچہ اُن کا عقیدہ نہ تھا۔ لیکن ان کا زعم ضرور تھا کہ محمد کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ اُن کو آپ کے ساتھ ایمان نہ تھا۔ آپ کو پریشان کرنے اور دُکھ دینے کیلئے ایسی باتیں کرتے۔ (۲) دنو اور تدلی کا انکار کفر ہے۔ ورنہ

عتبہ (وَاللّٰہِ) مجھے اللہ کی قسم کا لفظ بول رہا ہے۔ جیسے صاف ظاہر ہے کہ وہ اللہ کا منکر نہ تھا بلکہ دنو اور تدلی کا منکر تھا لہذا اُس کے حق میں بد دعا کی گئی۔ (۳) ابولہب کو یقین تھا کہ محمد صلے اللہ سچے ہیں۔ اُن کے مُنہ سے نکلی ہوئی بات خطا نہیں ہوتی اسی لئے اُس نے کہا اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ قَدْ دَعَا عَلٰے اِبْنِیْ دَعْوَۃً وَاللّٰہِ مَا اَفْلَتَھَا عَلَیْہِ کہ اس مرد نے میرے بیٹے کے حق بد دعا کی ہے لہذا میرا بیٹا محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے بھی شیر کو علم ہو گیا تھا۔ یہ شخص آپ کا دشمن ہے اور یہ دشمن نہیں۔ اُس کا مُنہ سونگھنا اور ہلاک اسی کو کیا جو گستاخ تھا۔ (۵) جو مُنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں گستاخی کرتا ہے وہ مُنہ گندہ ہو جاتا ہے۔ اس کی بُو درندے بھی سونگھتے ہیں اور غضبناک ہو کر ایسے گستاخ مُنہ کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ (۶) جب شیر کو علم ہو گیا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ضرور علم ہو گا کہ یہ گستاخ فلاں جگہ فلاں وقت شیر کی گرفت سے ہلاک ہو گا۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس راہب کا منظر دیکھ رہے ہونگے۔ عتبہؓ کا بستر سامان کے اوپر ہے۔ باقی لوگ اس کے اردگرد سوئے ہیں شیر آرہا ہے۔ سب کے مُنہ سونگھتا ہے۔ جس کے مُنہ میں گستاخی کی بُو نہیں اُسے چھوڑ دیتا ہے اور گستاخ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ سب منظر آپ کے سامنے ہو گا۔ (۷) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص بغیر تمسک قول عائشہ رضی اللہ تعالیٰ کے دنو اور تدلی کا انکار کرتا ہے وہ گستاخ ہے اور مستحق غضب الٰہی ہے۔

المقصد

مقصد میں بھی چند فصلیں ہیں

فصل اوّل

مقدمہ میں مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔ (۱) اشیاء کی حقیقت اور صورت میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ جیسے ہاروت وماروت فرشتے تھے اُن کی حقیقت نور تھی۔ اور صورت بشری تھی۔

☆ ——— حضرت جبرئیلؑ حضرت مریمؑ کے پاس آئے تو صورت بشری میں آئے۔ اور اُن کی حقیقت نور تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام درحقیقت رُوح اللہ تھے اور صورت بشری میں تھے۔ (۲)، کوئی بشر فرشتہ کو اُس کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتا۔ اور نہ ہی فرشتہ کی صورت میں ہوتے ہُوئے کوئی بشر اس سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ کسی نبی نے کسی ولی نے کسی بشر نے سوائے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی فرشتہ کو اُس کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیلؑ کو اُس کی اصلی صورت میں دیکھا (۳) کوئی بشر خواہ نبی ہو خواہ ولی اللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کو دُنیا میں زندہ رہتے ہُوئے نہیں دیکھ سکا لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دُنیا میں دُنیاوی زندگی میں اپنے رب کو سر کی دو آنکھوں سے دیکھا۔

سوال :- اگر آپؐ بشر ہیں تو جبرئیلؑ اور اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا؟ اور اگر بشر نہیں تو اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان کیوں؟

☆ ——— مقدمہ کے بعد اب ہم مقصد کی طرف آتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا نظارہ کرنا ہوگا کہ آپ اگر بشر ہیں تو جبرئیل اور اللہ تعالیٰ کو کیسے دیکھا؟ حالانکہ کوئی بشر دُنیا میں فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ آپ نور ہیں۔ لہٰذا فرشتہ جبرئیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ اگر آپ نور ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ نور ہیں۔ تو قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا اعلان کیسے ہُوا؟ اس اعلان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ بشر ہیں۔ بشر کی حقیقت عناصر اربعہ ہیں۔ بشر کی حقیقت نور نہیں۔

☆ ——— یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن سچا ہے۔ مقدمہ کا ہر مسئلہ آیت قرآنی سے ثابت کیا گیا۔ لہٰذا ہر مسئلہ سچا ہے کہ بشر اللہ تعالیٰ اور جبرئیل کو نہیں دیکھ سکتا یہ نص قرآنی سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی سچا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل اور اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ یہ بھی نص قرآن سے ثابت ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس اجمال اور ابہام کے سمجھنے کے لئے ذرا تفصیل درکار ہے۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفےٰ مصنف قاضی عیاض ابوالفضل الامام الحافظ عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی الاندلسی من علماء القرن السادس الهجری ۱۲

کتاب الشفاء قسم ثالث صفحہ ۲۹ محمد رسول اللہ وسائر الانبیاء من البشر ارسلوا الی البشر ولولا ذالک لما اطاق الناس مقاومتهم والقبول عنهم ومخاطبتهم قال اللہ تعالیٰ ولو جعلناه ملکا لجعلناه رجلا ای لما کان الا فی صورة البشر الذین یمکنهم مخالطتهم اذ لا یطیقون مقاومة الملک و

مخاطبته ورویته اذ کان علے صورته وقال اللہ تعالیٰ لوکان

فی الارض ملائکته یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السماء

ملکا ۔ ای لایمکن فی سنة اللہ ارسال الملک الامن هو من

جنسه اولمن خصه اللہ تعالیٰ واصطفاه وقواه علے مقاومته

کالانبیاء والرسل علیهم السلام فالانبیاء والرسل علیهم السلام

وسائط بین اللہ تعالیٰ وبین خلقه یبلغونهم اوامره ونواهیه و

وعده ووعیده ویعرفونهم بما لم یعلموا من امره وخلقه وجلاله

وسلطانه وجبروته وملکوته ۔ فظواهرهم واجسادهم

وبنیتهم متصفة باوصاف البشر طارئ علیهما مایطرء علے

بشر من الاعراض والاسقام والموت والفناء ونعوت

الانسانیه ۔ وارواحهم وبواطنهم متصفة باعلی من

اوصاف البشر متعلقة بالملاء الاعلیٰ متشبهة بصفات

الملائکة سلیمة من التغیر والافات لایلحقها غالبة عجز

البشریة ولاضعف الانسانیة اذلوکانت بواطنهم ایضاً خالصة

البشریة کظواهرهم لما اطاقوا الاخذ عن الملائکة ورویتهم ومخا

طبتهم ومخاطبتهم کما لایطیق غیرهم من البشر ولوکانت اجسادهم و

ظواهرهم متصفة بنعوت الملائکة وبخلاف البشر لما اطاق البشر

ومن ارسلوا الیهم مخالطتهم کما تقدم من قول اللہ تعالیٰ فجعلوا من

جهة الاجساد والظواهر مع البشر ومن جهة الارواح والبواطن

مع الملائکة ۔ ترجمہ

☆ ———— محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور باقی سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

بشر ہیں۔ اور بشر کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اگر بشر نہ ہوں۔ تو لوگ اُن کے ساتھ مِل جُل نہ سکیں۔ اُن سے کوئی چیز سیکھ نہ سکیں
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اگر ہم فرشتہ رسُول بنا کر بھیجیں وُہ بھی مرد کی شکل میں ہوگا۔ یعنی فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نہ
ہوگا۔ بلکہ انسانی شکل میں ہوگا۔ تاکہ لوگ اُس سے مِل جُل سکیں۔ اور اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اور اُسے دیکھ سکیں
کیونکہ بشر فرشتوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ اُن سے ہمکلام ہو سکتا ہے۔ اور نہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔ اگر
فرشتہ اپنی اصلی صُورت میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کا دُوسرا قول۔ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے بستے ہوتے تو ہم ان
کی طرف فرشتہ اصلی صورت میں رسُول بنا کر بھیجتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سُنت جاریہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرشتہ ان ہی کی
طرف بھیجتا ہے۔ جو اُن کی جنس سے ہو۔ یا اُن کی طرف بھیجتا ہے جنہیں انسانوں میں سے خاص کرلے اور چُن لے اور انہیں
طاقت دے کہ وُہ فرشتہ سے میل جول رکھ سکیں۔ جیسے انبیاء اور رسُول کہ انہیں طاقت بخشی ہے۔ پس انبیا اور رسُل
اللہ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواھی بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور وعدہ اور
وعید انہیں سُناتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق جو انہیں علم نہیں ہوتا وُہ انہیں سکھلاتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے اوامر۔ اُس
کی وصف خالقیت۔ اور اُس کا جلال اور اُس کی سُلطنت و قدرت و جبروت وغیرہ۔ پس اُن کے ظاہر اور بدن اور اُن کی مادی
بشری اوصاف سے متصف ہوتی ہے۔ اور اُن کے اجسام پر وُہ عوارض طاری ہوتے ہیں۔ جو عام انسانوں پر طاری ہوتے
ہیں۔ جیسے بیماری، موت، فضاء۔ اور باقی عوارض انسانیہ۔ اور اُن کے باطن اور روح ایسی صفات سے متصف ہوتے
ہیں جو انسانی اوصاف سے بالاتر ہیں۔ جو صفات ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کے لائق ہیں۔ ان کے ارواح اور بطون
سلامت رہتے ہیں۔ متغیر نہیں ہوتے۔ انہیں آفات لاحق نہیں ہوتیں۔ انسانی کمزوری اور عجز سے مبرا ہوتے ہیں۔ کیونکہ
اگر اُن کے بواطن بھی ظاہر کی طرح ہوں تو فرشتوں سے کچھ اخذ نہ کرسکیں اور نہ باتیں اور نہ ہی اُن سے میل جول رکھ
سکیں نہ ہی انہیں دیکھ سکیں جیسے کہ دُوسرے لوگ طاقت نہیں رکھتے۔ اور اگر ان کے ظواہر اور اجسام بھی ملکوتی
اوصاف سے متصف ہوں۔ اور انسانی صفات سے ماوراء ہوں تو پھر انسان ان سے میل جول نہ رکھ سکیں اور نہ اُن
سے فائدہ اُٹھا سکیں پس انبیاء کا ظاہر بشری صورت میں رکھا گیا۔ اور ان کا باطن ملکوتی بنایا گیا۔

قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کے فلسفہ کلام سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے
دو رُخ ہیں۔ ظاہر کا رُخ بندوں کی طرف ہے۔ لہٰذا انہیں بشری صُورت دی گئی۔ تاکہ لوگ انہیں دیکھ سکیں۔

ہمکلام ہو سکیں۔ ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ باطن کا رُخ ملاء الاعلیٰ یعنی ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ لہٰذا اُنہیں نوری حقیقت دی گئی۔ تاکہ اُن سے اخذ کر سکیں اور ان سے ہمکلام ہو سکیں اور انہیں دیکھ سکیں۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ نے جو کچھ کہا ہے یہ اُن کی ذاتی تحقیق ہے اور قرینِ قیاس ہے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ شے کی حقیقت اور صورت مختلف ہو سکتی ہے۔ ہاروت اور ماروت صورت میں بشر تھے۔ اور حقیقت میں فرشتے تھے۔ اسی طرح تمام انبیاء صورت میں بشر ہیں اور حقیقت میں ملکوتی یعنی نوری ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب حضرت مریم کے پاس آئے تو صورت بشری میں تھے اور حقیقت میں فرشتہ تھے۔

● ——— انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے آپس میں مدارج ہیں۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے پارہ ۳ رکوع ۱ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ ترجمہ "یہ رسول ہیں جن کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی۔ اور ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلیم بنا کر شرف دیا۔ اور بعض کو درجات کے ذریعہ بلند قدر بنایا۔ عیسیٰ بن مریم کو ہم نے معجزات بینات دیئے اور تائید کرائی۔ روح القدس سے اسی طرح انہیں شرف بخشا۔ یعنی انبیاء علیہم السلام سب برابر کا درجہ نہیں رکھتے بلکہ اُن کی ذات وصفات میں فرق ہے۔ سب کی حقیقت نورانی ہے۔ لیکن نورانیت میں بھی فرق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذات وصفات میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ جس طرح ملائکۃ میں فرق ہے۔ ملائکۃ مقربین کو باقی ملائکۃ پر فوقیت ہے۔ اور مقربین فرشتوں میں جبرئیلؑ کو بلند درجہ حاصل ہے۔ اسی لئے وہ انبیاء پر وحی لاتے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں بھی فرق ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ نورانیت میں بلند درجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا بھی دیدار کیا۔ دوسرے نبیوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

الفصل الثانی

دوسری فصل: آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوسرے انبیاء سے دو وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نورانی باقی انبیاء سے پہلے مخلوق ہوئی۔ اور باقی انبیاء آپکے نور سے پیدا ہوئے۔ دوسرا یہ کہ تمام انبیاء سے آپکی اتباع کا میثاق لیا گیا۔ تمام انبیاء اور اُن کی اُمتیں آپکی اُمت ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت قرآنی پ ۳ رکوع ۱۷

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق
لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری
قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشھدین ۔ ترجمہ

اور یاد کرو جب پکڑا اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب اور حکمت پھر آئے تمہارے پاس رسول تصدیق کرے
تمہاری کتاب اور حکمت کی تو تم اس کے ساتھ ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ۔ فرمایا کیا تم نے عہد کا اقرار کیا (اور عہدہ مداری کو اٹھا
لیا) (جس پر سب نبیوں نے ہم سے اقرار کیا (اور عہد ذمہ داری کو قبول کیا) فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ۔ خلاصہ ترجمہ :۔ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام
انبیاء سے عہد لیا گیا ۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمہاری موجودگی میں آئیں تو ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور اپنی امت
سے بھی یہی عہد لینا ۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۷۸ تا صفحہ ۳۷۹ "قال علیؓ وابن عمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما بعث اللہ
نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ المیثاق لئن بعث اللہ تعالیٰ محمدا وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ وامرہ ان یاخذ
المیثاق علی امتہ لئن بعث محمد وھم احیاء لیؤمنن بہ ولینصرنہ" ترجمہ

حضرت علی اور ان کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا ہے کہ اگر حضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان کے زمانہ نبوت میں مبعوث ہوں اور وہ زندہ ہوں تو ان کے ساتھ ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا اور انہیں
حکم دیا کہ ایسا ہی اپنی امت سے عہد لیں ۔ تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۳۷۸ " فالرسول محمد خاتم الانبیاء صلوات اللہ
علیہ وسلامہ علیہ دائما الی یوم الدین ھو الامام الاعظم الذی لو وجد ای عصر وجد لکان ھو الوا
جب الطاعۃ المقدم من الانبیاء والمرسلین حتی کلھم ولھذا کان امامھم لیلۃ الاسراء لما اجتمعوا
بیت المقدس وکذالک ھو الشفیع فی المحشر فی اتیان الرب جل جلالہ لفصل القضاء بین عبادہ وھو المقام
المحمود الذی لا یلیق الا لہ والذی یحید عنہ اولوا العزم من الانبیاء والمرسلین حتی تنتھی النوبۃ الیہ فیکون
ھو المخصوص بہ صلوات اللہ وسلامہ علیہ ۔ ترجمہ

اس رسول سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ جو خاتم الانبیاء ہیں ۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تا قیامت رسول ہیں ۔ وہ سب انبیاء
کے امام ہیں ۔ جن کی اطاعت ہر نبی پر واجب ہے ۔ جس زمانہ میں بھی ہو وہ تمام پر مقدم ہے ۔ اسی لئے جب شب معراج
میں تمام انبیاء بیت المقدس میں جمع ہوئے تو آپ نے ہی سب کی امامت کی ۔ جب قیامت کے دن میدان محشر میں

اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرنے کیلئے آیئں گے۔ اور شفاعت کا وقت ہوگا۔ اور تمام شفاعت سے کترائیں گے۔ تو نوبت آپ تک آئیگی تو آپ شفاعت فرمائینگے۔ یہی مقام محمود ہوگا جو صرف آپ ہی کو لائق ہوگا۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ آپ کا مرتبہ سب انبیاء سے بلند ہے۔ آپ کی نبوت آدم علیہ السلام سے قیامت تک جاری ہے۔ تمام انبیاء اور اُن کی اُمتیں آپکے اُمتی ہیں۔ اور آپکی اُمت میں داخل ہیں اور یہ مرتبہ اس لئے حاصل ہُوا۔ کہ آپ کی حقیقت نورانی سب انبیاء کی حقیقت نورانیہ سے ارفع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی الانبیاء ہیں اور کافۃ الناس آدم علیہ السلام سے تا قیامت سب لوگوں کے نبی ہیں۔ یہ ساری چیزیں اس کی دلیل ہیں۔ کہ آنحضرتؐ نورانیت میں سب انبیاء سے اعلیٰ نورانیت رکھتے ہیں۔ اور اسی لئے آپ کو فرشتہ جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہُوا۔ باقی انبیاء نے نہ کسی فرشتہ کو اُس کی اصلی صورت میں دیکھا نہ دیدار الٰہی سے مشرف ہُوئے۔

السوال

ایک سوال اور اُس کا جواب :۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک نبی ہیں تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ سب انبیاء سے بعد میں پیدا ہوئے۔ اور چالیس سال پیدائش کے بعد نبوت ملی تو پہلے انبیاء کے نبی کیسے بنے جب آپ موجود ہی نہ تھے۔ اور نہ آپ نبی تھے ؟

الجواب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت یعنی باطن جسے ہم وُہ رُخ کہتے ہیں جو ملاء الاعلیٰ کی طرف ہے اور صورت یعنی ظاہر جسے ہم وُہ رخ کہتے ہیں جو لوگوں کی طرف ہے۔ اِن دونوں میں فرق ہے۔ حقیقتِ محمدی صورتِ محمدیہ سے علیحدہ ہے۔ حقیقتِ محمدی رُوحانی ہے۔ جسے ہم ملکیت یا نورانیت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور صورتِ محمدی بشری ہے جسے ہم بشر یا انسان کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ حقیقتِ رُوحانی کی تخلیق اس وقت ہُوئی جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے۔ بلکہ کائنات کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ انبیاء علیہم السلام صدیوں بعد روحانی

سبنت میں پیدا ہوئے ۔ آپ کی حقیقت نور ہے ۔ جو ہر چیز سے پہلے پیدا کی گئی ۔ یہ دعویٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود فرما چکے ہیں ۔ دیکھیں " الخصائص الکبریٰ الشیخ الامام العلامۃ ابی الفضل جلال الدین عبد

حدیث نمبر ۱ الرحمٰن بن ابی بکر ۔ حدیث نمبر ۱ السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ جلد اول صفحہ ۳ ۔ اخرج ابن ابی حاتم فی تفسیرہ و ابو نعیم فی الدلائل من طرق عن قتادۃ عن الحسن عن ابی هریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قولہ تعالیٰ و اذ اخذنا میثاق النبیین الایۃ کنت اول النبیین فی الخلق و اخرھم فی البعث فبدء بہ قبلھم ۔ ترجمہ

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے ۔ آنحضرتؐ نے آیت بالا کی تفسیر میں فرمایا کہ پیدائش کے لحاظ سے سب انبیاء سے پہلے ہوں اور بعثت کے لحاظ سے یعنی ظہور نبوت کے لحاظ سے اُن کے بعد ہوں ۔ کائنات کی پیدائش کی ابتدا مجھ سے ہوئی ۔ بعد میں انبیاء پیدا ہوئے ۔

حدیث نمبر ۲ حدیث نمبر ۲ :۔ اخرج احمد و البخاری فی تاریخہ و الطبرانی ۔ و الحاکم و البیھقی و ابو نعیم عن میسرۃ الفجر قال قلت یا رسول اللہ متی کنت نبیاً قال کنت نبیاً و آدم بین الروح و الجسد ۔

ترجمہ ۔ حضرت میسرۃ فرماتے ہیں ۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کب سے نبی ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا ۔ کہ میں اس وقت سے نبی ہوں کہ آدم ابھی روح اور جسد کی منزلوں میں تھا ۔ یعنی میری نور کی حقیقت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبوت سے متصف تھی ۔

حدیث نمبر ۳ حدیث نمبر ۳ :۔ اخرج احمد و الحاکم و البیھقی عن العرباض بن ساریۃ قال سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین و ان ادم لمنجدل فی طینہ ۔

ترجمہ ۔ حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا کہ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ام الکتاب میں خاتم النبیین تھا اور آدم ابھی مٹی میں تھے ۔

حدیث نمبر ۴ حدیث نمبر ۴ :۔ اخرج البزار و الطبرانی فی الاوسط و ابو نعیم من طریق الشعبی عن ابن عباسؓ قال قیل یا رسول متی کنت نبیاء قال و آدم بین الروح و الجسد ۔

حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا یا رسُول اللہ آپ کب سے نبی ہیں۔ فرمایا اُس وقت سے کہ آدم رُوح اور جسم کی منزلوں میں تھے۔

حدیث ۵ اخرج الطبرانی والبونعیم عن ابنِ مریم الغسانی ان اعرابیا قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم ای شیئ کان اول نبوتک قال اخذ اللہ منی المیثاق کما اخذ من النبیین میثاقا ودعوۃ ابراھیم وبشری عیسیٰ ورئت امی فی منامھا انہ خرج من بین رجلیھا سراج اضاءت لہ قصور الشام۔

ابو مریم غسانی سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کہ کس چیز سے آپکی نبوّت کی ابتداء ہوئی۔ فرمایا میری نبوّت کی ابتداء اخذ میثاق سے ہوئی۔ جو مجھ سے اور انبیاء سے لیا گیا۔ اور میرے جدِ امجد ابراہیم کی دُعا سے اور عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری سے اور میری ماں کے خواب سے کہ میں پیدا ہُوا تو میری ماں نے دیکھا کہ اُن کے پیٹ سے ایک چراغ نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

احادیث خمسہ کا خلاصہ:۔ پہلی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب انبیاء سے پہلے آپکی پیدائش ہوئی۔ بلکہ بقول آپ کے پُوری کائنات کی پیدائش کا سلسلہ میری پیدائش سے شروع ہُوا۔ اور تین احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے۔ اور پانچویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب انبیاء سے میثاق پکڑا گیا تو اُس سے پہلے آپ پیدا ہو چکے تھے۔ اور نبوّت سے مُتصف تھے اور اس کا اظہار اخذ میثاق سے ہُوا۔ اِن احادیث کا واضح مطلب یہی ہے کہ آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے۔ اور آپکی حقیقت نُوری نبوّت سے بالفعل مُتصف تھی۔ آپ حقیقتہً خارج میں موجود تھے۔ اور فی الواقعہ خارج میں مُتصف بصفتِ نبوّت اور مُتصف بصفت خاتم النبیین تھے۔ آپ کا وجود اور آپکی نبوّت کوئی فرضی چیز نہ تھی۔ اور نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اور لوح محفوظ میں یہ تھا کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے اور خاتم النبیین ہوں گے۔ یا بالفعل نہ موجود تھے اور نہ مُتصف بالنبوۃ تھے جیسا کہ بعض علماء نے ان احادیث کا مطلب نکالا ہے۔ کیونکہ اس طرح آپ کا بیان بطرز تحدیث نعمت نہ ہوگا۔ اور ایسی نبوّت کوئی باعثِ فخر نہ ہوگی کیونکہ اس طرح تو سارے انبیاء اللہ تعالیٰ کے علم میں اور لوح محفوظ میں نبی تھے۔ آپکی نبوّت کی کیا تخصیص اور کیا تحدیث نعمت

اور کیا اظہار فخر تاکہ اُمت کو آپکی قدر و منزلت سے آگاہی ہو۔ احادیث کا یہ مطلب نکالنا بالکل خلاف قیاس ہے جسے عقلِ سلیم قبول نہیں کرتی فخر اور تحدیثِ نعمت اُسی وقت شایان ہے کہ آپکی حقیقت نوری مخلوق ہو چکی ہو اور بالفعل موجود ہو اور آپکو بالفعل موجود فی الخارج نبی بنا دیا گیا ہو۔

مضمون بالا کی تائید نشر الطیب سے :- میں اپنی اس رائے کی تائید میں مولانا اشرف علی تھانوی کا کلام پیش کرتا ہوں نشر الطیب مؤلفہ مولانا اشرف علی تھانوی صفحہ ۱۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی ۱۳۹۷ھ ۔ دوسری روایت حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم ہنوز اپنے خمیر[لہ] ہی میں پڑے تھے یعنی اُن کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور مشکوۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے۔ (دیکھیں حاشیہ کتاب ۵)

اور اس وقت ظاہر ہے کہ آپکا بدن تو بنا ہی نہ تھا پھر نبوت کی وصف آپکی رُوح کو عطا ہوئی تھی اور نورِ محمدی اسی روحِ محمدی کا نام ہے جیسے اُوپر مذکور ہوا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ شاید مراد یہ ہے کہ میرا خاتم النبیین ہونا مقدر ہو چکا ہے۔ سو اس سے آپکے وجود کا تقدم آدم علیہ السلام سے ثابت نہ ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہوگا کہ اگر یہ مراد ہوتی تو آپکی کیا تخصیص تھی، تقدیر تمام اشیاء مخلوقہ کی اُن کے وجود سے متقدم ہے۔ پس یہ تخصیص خود دلیل ہے اس کی کہ مقدر ہونا مراد نہیں بلکہ اس صفت کا ثبوت مراد ہے اور ظاہر ہے کہ کسی صفت کا ثبوت فرع ہے مثبت لہ کے ثبوت کی۔ پس اس سے آپ کے وجود کا تقدم ثابت ہو گیا۔ اور چونکہ مرتبہ بدن متحقق نہ تھا اس لئے نور اور رُوح کا مرتبہ متعین ہو گیا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اُس وقت ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنیٰ۔ کیونکہ نبوت آپکو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی اور آپ چونکہ سب انبیاء کے بعد میں مبعوث ہوئے۔ اس لئے ختم نبوت کا حکم کیا گیا۔ سو یہ وصف تو خود تاخر کو مقتضی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے۔ مرتبہ ثبوت میں نہیں۔ جیسے کسی کو تحصیلداری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے چڑھنے لگے۔ مگر ظہور ہوگا کسی تحصیل میں بھیجے جانے کے بعد۔ ۱۲ منہ

حدیث نمبر ۲ : نشر الطیب صفحہ ۱۵ چوتھی روایت :۔ شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ! آپ کب نبی بنائے گئے ؟ آپ نے فرمایا کہ آدم اُس وقت رُوح اور جسد کے درمیان میں تھے۔ جب کہ مجھ سے میثاق [۵۲] (نبوت کا) لیا گیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنك ومن نوح الایۃ پ ۲۱ رکوع ۱۷ الایۃ روایت کی اس کو ابن سعد نے جابر جعفی کی روایت سے ابن رجب کے ذکر کے موافق (حاشیہ دیکھیں ۵۲)۔

— حدیث بالا میں جو مقدر ہونے کا احتمال کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ حدیث اس جواب میں نقل ہے۔ (۲)
کیونکہ اخذ میثاق تو یقیناً موقوف ہے۔ وجود اور ثبوت پر۔ مرتبہ تقدیر میں میثاق ہونا نہ نقل اس کی مساعد ہے نہ عقل ۱۲ منہ نشر الطیب
۱۹ ھ حاشیہ ۲ ۔ ظاہر ہے جنت کے سالیوں میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے۔ پس یہ حالات رُوح
مُبارک کے ہیں کہ عبارت ہے نور (محمدی) سے اور ظاہر ان مراتب میں صرف آپ کا وجود بالقوۃ مُراد نہیں۔ جو مرتبہ وجود مادہ کا ہے
کیونکہ یہ وجود تو تمام اولادِ آدم و نوح و ابراہیم علیہم السلام میں مُشترک ہے۔ پھر آپکی تخصیص کیا ہوتی۔ اور مقامِ مدح مُقتضی ہے
ایک گونہ اختصاص کو پس یہ قرینہ غالبہ ہے کہ یہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا۔ مثلاً یہ کہ اس جزء مادی کے ساتھ
(یعنی نطفۂ انسان کے ساتھ) علاوہ تعلق رُوح اباء کے خود آپکی رُوح کو بھی کوئی خاص تعلق ہو۔ یہ تو قرینہ عقلیہ ہے۔ اور
نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے بچنا سبب بنایا گیا ہے آپکے ورود فرمانے سے سو اگر
اسی جزء مادی کے ساتھ آپکی رُوح کا خاص تعلق نہ مانا۔ تو اس جزو کے وارد فی النار ہونے کا کیا معنی۔ کیونکہ ورود کے
لغوی معنی مُقتضی ہے وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو داخل کہا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا۔ پس یہ امر خارجی آپکی رُوح
مُبارک ہے جس کا تعلق اس جزء مادی سے ہے کہ مجموعۂ جزء اور رُوح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج کے خارج ہو گا۔ پس اس
تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپکے نورِ مُبارک (حقیقت نوری) کیلئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اس فصل کا۔ اور چونکہ
حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا۔ اس لئے حدیث تقریری سے ان مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا۔ ۱۲ منہ

اس مدعا کا ثبوت شیخ تقی الدین السبکی کی کلام سے پہلی وضاحت :۔

— دعویٰ کے ثبوت میں مزید تائید الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۳-۴ فائدہ قال الشیخ
تقی الدین السبکی فی کتابہ (التعظیم والمنۃ فی لتومنن بہ ولتنصرنہ۔)
فی ھذا الایۃ من التنویہ بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم وتعظیم قدرہ العلی
ما لایخفی وفیہ مع ذالک انہ صلے اللہ علیہ وسلم علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم
یکون مرسلا الیہم فتکون نبوتہ ورسالتہ لجمیع الخلق من زمن ادم
الی یوم القیامۃ وتکون الانبیاء وامہم کلہم من امتہ ویکون
قولہ بعثت الی الناس کافۃ لایختص بہ الناس من زمانہ الی یوم القیامۃ

تقی الدین سبکی کی کلام

بل يتناول من قبلهم ايضا ويتبين بذالك معنى قوله صلے الله عليه وسلم كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد ويتبين ان من فسره بعلم الله بانه سيصير نبيا لم يصل الى هذا المعنى لان علم الله محيط بجميع الاشياء ووصف النبي صلے الله عليه وسلم بالنبوة فى ذالك الوقت ينبغى ان يفهم منه انه امر ثابت فى ذالك الوقت ولهذا رأى آدم اسمه مكتوبا على العرش محمد رسول الله فلابد ان يكون ذالك معنى ثابتا فى ذالك الوقت ولو كان بذالك مجرد العلم بما سيصير فى المستقبل لم يكن له خصوصية بانه نبى وآدم بين الروح والجسد لان جميع الانبياء يعلم الله نبوتهم فى ذالك الوقت وقبله فلابد من خصوصية النبى صلے الله عليه وسلم لاجلها اخبر بهذا الخبر اعلاما لامته ليعرفوا قدره عند الله تعالى فيحصل لهم الخير بذالك :۔ ترجمہ

تقی الدین سبکی کی کلام کا ترجمہ۔ شیخ تقی الدین السبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ فی لتومنن بہ ولتنصرنہ) میں لکھا ہے کہ اس آیت میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ اور اُن کے اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند قدر و مرتبہ کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا کوئی اندازہ ہی نہیں۔ نیز اس کے باوجود اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس نبی کے زمانہ میں بھی آتیں اُن کی طرف رسول ہو کر آئیں گے اس طرح آپکی نبوت اور رسالت آدم علیہ السّلام سے لے کر قیامت تک سب بنی آدم کیلئے ہے اور سب انبیاء اور اُن کی اُمتیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہیں۔ اور آپ کا قول بعثت الی الناس کافۃ آپ کے زمانہ کے لوگوں اور بعد کے لوگوں قیامت تک کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا۔ بلکہ اُن لوگوں سے پہلے لوگوں آدم تک کو شامل ہوگا۔ اور اس سے آنحضرت کے اس قول کا معنی بھی واضح ہو گیا کہ میں نبی تھا جب آدم روح اور جسد کی منزل میں تھا۔ اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جس نے کنت نبیاً کا یہ معنی کیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں میرا نبی ہونا تھا کہ مستقبل میں نبی بنا کر بھیجے جائیں گے۔ اس نے یہ معنی غلط کیا اصل معنی تک نہ پہنچا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو آدم علیہ السّلام سے پہلے اور پیچھے ہر شے کو محیط ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے علم کی کیا تخصیص۔ بلکہ اِس کا معنی یہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس وقت آنحضرت کی نبوت بالفعل امر ثابت تھی اِسی لئے آدم علیہ السّلام نے آپ کا نام عرش پر محمد رسُول اللہ لکھا ہوا پایا۔ پس ضروری ہے کہ پیدائش آدم سے پہلے آپ کی نبوت بالفعل مُتحقق ہو۔ اگر اس سے مُراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو پیدائش

آدم سے پہلے پتہ تھا۔ کہ آنحضرت زمانہ مستقبل میں نبی ہونگے۔ تو پھر آپکی نبوت کی کیا تخصیص۔ سب انبیاء کی نبوت کا اُس وقت اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ وہ زمانہ مستقبل میں نبی ہونگے اور اُس وقت سے پہلے بھی علم تھا۔ بلکہ معنی یہ ہے اور مُراد یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُس وقت بالفعل نبی تھے اسی لئے آنحضرت نے خبر دی اور اپنی اُمت کو بتایا تاکہ اُمت پر آپکی قدر و منزلت ظاہر ہو جو آپکو اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے۔ جو دُوسرے انبیاء کو حاصل نہیں۔ دعویٰ کی مزید وضاحت اور تائید کیلئے علامہ تقی الدین سبکی کی توضیح مُلاحظہ ہو۔

دعویٰ کی مزید وضاحت کلام سبکی ہے۔ بصُورت سوال وجواب دُوسری وضاحت :۔

ملاحظہ ہو الخصائص الکبریٰ علامہ سیوطی صفحہ ۴ ج ۱:۔

فان قلت ارید ان افہم ذالک القدر الزائد والتعظیم بنبی صلے اللہ علیہ وسلم فان النبوۃ وصف لا بد ان یکون الموصوف موجودا وانما یکون النبی نبیا بعد بلوغ اربعین سنۃ ایضاً فکیف یوصف بہ قبل وجودہ وقبل الرسالۃ وان صح ذالک فغیرہ کذالک۔ قلت قد جاء ان اللہ تعالیٰ خلق الارواح قبل الاجساد فقد تکون الاشارۃ بقولہ کنت نبیا الی روحہ الشریفۃ او الی حقیقۃ والحقائق تقصر عقولنا عن معرفتہا وانما یعلمہا خالقہا ومن امدہ بنور الٰہی ثم ان تلک الحقائق یوتی اللہ کل حقیقۃ منہا ما یشاء فی الوقت الذی یشاء فحقیقۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم قد تکون من قبل خلق ادم واٰتاہ اللہ ذالک الوصف بان یکون خلقہا متہیئۃ لذالک وافاضہ علیہا من ذالک الوقت فصار نبیا وکتب اسمہ علی العرش واخبر عنہ بالرسالۃ لیعلم الملائکۃ وغیرہم کرامتہ عندہ فحقیقتہ موجودۃ من ذالک الوقت فان تاخر جسمہ الشریف المتصف بہا واتصاف حقیقتہ بالاوصاف الشریفۃ المفاضۃ علیہا من الحضرۃ الالٰہیۃ وانما یتاخر البعث والتبلیغ وکل مالہ

من جهة الله تعالى ومن جهة تأهل ذاته الشريفة ۔ وحقيقته معجل

لا تأخير فيه وكذالك استنبائه وايتاءه الكتاب والحكم والنبوة

وانما المتاخر فكونه وتنقله الى ان ظهر صلے اللہ علیہ وسلم

عربی عبارت کا ترجمہ سوال:۔ اگر تو کہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں سمجھوں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ زائدہ اور تعظیم کو جو دُوسرے پیغمبروں کو حاصل نہیں اور تو کہے کہ نبوت وصف ہے اور وصف کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا موصوف موجود ہو حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے موجود نہ تھے اور میثاق النبیین کے وقت بھی موجود نہ تھے ۔ پھر نبوت صرف اس وقت ——— ہوتی ہے جب نبی چالیس سال عمر کو پہنچے ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے پہلے موجود ہی نہ تھے ۔ چہ جائیکہ آپ چالیس سال کی عمر کو پہنچیں اور آپ کو نبوت ملے ۔ تو پھر آپ کا یہ کہنا کیسے دُرست ہُوا کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ ۔ اور اگر وجود اور چالیس سال کا ہونا ضروری نہیں تو سارے بنی آدم علیہ السلام سے پہلے نبی تھے پھر آنحضرت کی کیا خصوصیت ؟

جواب :۔ قُلْتُ :۔ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہے ۔ کہ ارواح اجساد سے پہلے پیدا کئے گئے ہیں ۔ تو کُنْتُ نَبِیًّا سے اشارہ آپکی رُوح مُبارک یعنی حقیقتِ محمدی کی طرف ہو ۔ اور ان حقائق کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ جن میں حقیقتِ محمدیہ بھی شامل ہے ۔ ہمارے عقل ان کی معرفت سے قاصر ہیں ۔ ان حقائق کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۔ اور اس حقیقت کو بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس کی ابتداء نورِ الٰہی سے کیگئی ہے ۔ پھر یہ حقیقتیں ان میں سے جس حقیقت کو چاہے جو چیز دینا چاہے ۔ جس وقت دینا چاہے دے سکتا ہے ۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیگئی اور اس حقیقت کو جس وصف کیلئے اہل بنایا گیا تھا وہ وصف عطا کی گئی ۔ اور اس حقیقت کو اس وصف سے اسی وقت موصوف کر دیا گیا تھا ۔ پس آپ اُسی وقت نبی بنا دیئے گئے ۔ اور آپکے نام کو عرش پر لکھ دیا گیا اور آپکی رسالت کا اُسی وقت اعلان کر دیا گیا تاکہ فرشتے وغیرہ آپکی قدر جو انہیں اللہ کے ہاں حاصل ہے معلوم کر سکیں ۔ پس آنحضرت کی حقیقت اُس وقت سے موجود تھی ۔ اگرچہ آپکا جسد مُبارک جو اِس وصف سے موصُوف ہوتا ہے موجود نہ تھا اور اسی طرح باقی اوصاف جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جانے والے ہیں موجود نہ تھے ۔ آنحضرت کی حقیقتِ مقدسہ اُس وقت موجود تھی ۔ صرف جسد مُبارک اور تبلیغ اور بعثت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنہیں حاصل ہوتی تھی اور آپ اس کے اہل تھے متاخر رہے ۔ حقیقت موجود ہو چکی تھی اس میں کوئی تاخیر نہ تھی ۔ نہ تاخیر صرف اظہارِ نبوت اور ایتاء کتاب اور حکم میں تھی ۔ اور تاخیر صرف اُن کے تکون جسدی اور انتقال الی صلب آدم الی اخرہ تھا ۔ یہاں تک کہ آپکی حقیقت مع صورتِ بشری بنی ہو کر ظاہر ہوئی

مزید وضاحت ۳
کلام تقی الدین سبکی عربی عبارت تیسری وضاحت :۔

الخصائص الکبریٰ ص۵ تقی الدین سبکی کی کلام :۔

وغیرہ لمن اہل الکرامۃ قد تکون اضافۃ اللہ تلک الکرامۃ
علیہ بعد وجودہ بمدۃ کما یشاء سبحانہ وتعالیٰ ولاشک ان کلما
یقع فاللہ اعلم بہ من الازل ونحن نعلمہ بالادلۃ العقلیۃ والشرعیۃ
ویعلم الناس منہا ما یصل الیہم عند ظہورہ کعلمہم بنبوۃ النبی صلی
اللہ علیہ وسلم حین نزل علیہ القرآن فی اول ما جاء جبرئیل وہو
فعل من افعال اللہ تعالیٰ من جملۃ معلوماتہ ومن آثار قدرتہ وارادتہ و
اختیارہ فی محل خاص یتصف بہا فہما مرتبتان الاولیٰ معلومۃ با
لبرہان والثانیۃ ظاہرۃ للعیان بین مرتبتین وسائط من افعالہ
تعالیٰ تحدث علیٰ حسب اختیارہ منہا ما یظہر لہم بعد ذالک ومنہا
ما یحصل بہ کمال لذالک المحل وان لم یظہر لاحد من المخلوقین وذالک ینقسم
الیٰ کمال یقارن ذالک المحل من حین خلقہ والیٰ کمال یحصل لہ بعد ذالک
ولا یحصل الینا علم ذالک الا بالخبر الصحیح الصادق والنبی صلی اللہ
علیہ وسلم خیر الخلق فلا کمال لمخلوق اعظم من کمالہ ولا محل
اشرف من محلہ فعرفنا بالخبر الصحیح الصادق حصول ذالک الکمال
من قبل خلق آدم لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم من ربہ سبحانہ وتعالیٰ
وانہ اعطاہ النبوۃ من ذالک الوقت ثم اخذ لہ المیثاق علی الانبیاء
لیعلموا انہ المقدم علیہم وانہ نبیہم ورسولہم وفی اخذ المیثاق
معنی الاستحلاف ولذالک دخلت لام القسم فی لتؤمنن بہ
ولتنصرنہ :۔

عربی عبارت کا ترجمہ و وضاحت نمبر ۳ :

ـــــ اور آپکے علاوہ دُوسرے لوگوں کو کرامت اُن کے دُنیا میں موجود ہوتے کے بہت مُدت بعد حاصل ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب یہ کرامت کسی کو حاصل ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ اُسے ازل سے جانتے ہیں ۔ اور ہمیں اس کا علم ادلہ عقلیہ اور شرعیہ سے حاصل ہوتا ہے اور دُوسرے لوگوں کو اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب وُہ کرامت ظاہر ہو ۔ مثلاً آنحضور کی نبوت کا علم لوگوں کو اُس وقت ہُوا جب پہلی دفعہ جبرئیلؑ آپکے پاس قرآن کی آیات لیکر آیا ۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے ہیں کہ ایک چیز موجود ہوتی ہے اور اُس کی موجودگی کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے ۔ پھر ادلہ عقلیہ اور شرعیہ سے علماء کو علم حاصل ہوتا ہے اور جب چیز خارج میں وجود پذیر ہوتی ہے تو سب کو اس کا علم ہوتا ہے ۔ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے معلومات میں ہیں ۔ اس کی قدرت کے آثار ہیں اور اس کے ارادہ اور اختیار سے کسی محل میں وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔ پس اس چیز کے دو مرتبے ہیں ایک مرتبہ بُرہان سے معلوم ہوتا ہے ۔ اور دُوسرا اعیاناً ہوتا ہے ۔ اور ان دو مرتبوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے افعال واسطہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اختیار اور ارادہ سے وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔ کچھ ان میں سے بعد میں ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ان سے محل موصوف کیلئے باعث کمال ہوتے ہیں ۔ اگرچہ مخلوق میں سے کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا ۔ یہ افعال جو موصوف کیلئے باعث کمال ہوتے ہیں ۔ کچھ تو موصوف کی پیدائش کے ساتھ اسے حاصل ہو جاتے ہیں اور کچھ بعد میں اسے حاصل ہوتے ہیں ۔ اور ہمیں اِن کا علم خبر صادق سے حاصل ہوتا ہے ۔ نبی کریم تمام مخلوقات سے بہتر ہیں کسی مخلوق کو آپکے کمالات سے بڑھ کر کوئی کمال حاصل نہیں اور نہ آپ جیسا کسی کو شرف حاصل ہے ۔ پس ہمیں خبر صحیح سے علم حاصل ہُوا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کمال حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے حاصل ہُوا ہے ۔ یعنی کمال نبوت آپکو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حاصل ہُوا ۔ اس کے بعد انبیاء علیہم السلام سے میثاق پکڑا گیا تاکہ انبیاء کو علم ہو کہ وُہ ان سے مقدم ہیں ۔ پیدائش میں بھی اور نبوت میں بھی ۔ اور آنحضرت اُن کے نبی اور رسُول ہیں ۔ یہ میثاق دراصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ۔ انبیاء سے حلف وفاداری کا عہد ہے ۔ اسی لئے مضارع پر لام قسم لایا گیا ۔

ـــــ لتؤمنن به ولتنصرنه ـــــ

مزید وضاحت ہم کلام تقی الدین سبکی عربی عبارت۔

الخصائص الکبریٰ صفحہ ۴۰۵ لطیفۃ اخری۔ وھی کانھا ایمان البیعۃ

التی توخذ من الخلفاء ولعل الایمان من الخلفاء اخذت من

ھذا۔ فانظر ھذا التعظیم العظیم للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

من ربہ سبحانہ فاذا عرفت ھذا فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

ھو نبی الانبیاء ولھذا ظھر ذالک فی الاخرۃ جمیع الانبیاء

تحت لوائہ وکذالک ظھر فی الدنیا لیلۃ الاسراء صلی بھم فی

بیت المقدس ولو اتفق مجیئہ فی زمن آدم ونوح وابراھیم

وموسیٰ وعیسیٰ علیھم السلام وجب علیھم وعلی اممھم الایمان

بہ ونصرتہ وبذالک اخذ اللہ المیثاق علیھم فنبوتہ علیھم

ورسالتہ الیھم معنی حاصل لہ وانما امرہ یتوقف علی اجتماعھم

معہ فتاخر ذالک الامر راجع الی وجودھم لا الی عدم اتصافھم

بما یقتضیہ۔ وفرق بین توقف الفعل علی قبول المحل وتوقفہ

علی اھلیۃ الفاعل فھنا لا توقف من جھۃ الفاعل ولا من ذات

النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشریفۃ وانما ھو من جھۃ عدم وجود

العصر المشتمل علیہ فلو وجد فی عصرھم لزمھم اتباعہ بلا شک

ولھذا یاتی عیسیٰ علیہ السلام فی اخر الزمان علی شریعتہ وھو

نبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض الناس انہ یاتی غیر نبی

واحدا من ھذہ الامۃ بل یاتی نبیا وواحدا من امتہ لما قلنا

من اتباعہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وانما یحکم بشریعۃ نبینا

صلی اللہ علیہ وسلم بالقران والسنۃ وکل ما فیھما من امر ونھی

فهو متعلق به كما يتعلق بسائر الامة وهو نبي كريم على ما له لم
ينقص منه شيء كذالك لو بعث نبي صلى الله عليه وسلم
فى زمانه او فى زمان موسىٰ او ابراهيم ونوح وآدم كانوا
مستمرين على نبوتهم ورسالتهم الى اممهم والنبي صلى الله
عليه وسلم نبي عليهم ورسول الى جميعهم فنبوته ورسالته
اعم واشمل واعظم ومتفقة مع شرائعهم فى الاصول لانها
لا تختلف وتقدم شريعته فيما عساه يقع الاختلاف فيه
من الفروع اما على سبيل التخصيص واما على سبيل النسخ او لا نسخ ولا
تخصيص بل تكون شريعة النبي صلى الله عليه وسلم فى تلك الاوقات
بالنسبة الى اولئك ما جاءت به الانبياء وفى هذا الوقت بالنسبة الى
هذه الامة هذه الشريعة ـ والاحكام تختلف باختلاف الاشخاص
والاوقات وبهذا بان لنا معنى حديثين كانا خفيا علينا احد
هما قوله صلى الله عليه سلم كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد
كنا نظن انه بالعلم فبان انه زائد على ذالك على ما شرحناه الثاني
قوله بعثت الى الناس كافة كنا نظن انه من زمانه الى يوم القيامة
فبان انه جميع الناس اولهم وآخرهم من آدم الى القيامة وانما
يفترق الحال بين ما بعد وجود جسده صلى الله عليه وسلم وبلوغه
الاربعين وما قبل ذالك بالنسبة الى المبعوث اليهم وتأهلهم سماع كلامه
لا بالنسبة اليه ولا اليهم لو تأهلوا قبل ذالك وتعليق الافعال
على الشروط قد يكون بحسب المحل القابل وهو المبعوث اليهم وقبولهم
سماع الخطاب والجسد الشريف الذى يخاطبهم بلسانه وهذا كما .

یوکل الاب رجلا فی تزویج بنته اذا وجدت کفوا فالتوکیل صحیح

وذالک الرجل اہل للوکالۃ وکالتہ ثابتۃ وتد یحصل التوقف

والتصرف علی وجود کفو ولا یوجد الابعد مدۃ مدیدۃ ولا یقدح

ذالک فی صحۃ الوکالۃ واہلیۃ التوکیل۔ انتہی کلام السبکی بلفظہ

واللہ اعلم بالصواب :-

مزید وضاحت ٭ کا ترجمہ اردو :-

٭ —————— میثاق الانبیاء کی مثال خلفاء کی بیعت ہے کہ اُن کو خلیفہ بناتے وقت ان سے قسم اُٹھوائی جاتی ہے۔ شاید اسی دلیل سے خلفاء کی قسمیں لینا شروع ہُوئی ہوں۔ اس کے بعد اب معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں اس کا ظہور دُنیا میں بھی ہوا کہ آپ شب معراج میں تمام انبیاء کے امام بنے۔ اور آخرت میں بھی ہوگا کہ تمام انبیاء اور اُن کی اُمتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہونگی۔ اگر آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم، موسےٰ، عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں آنحضرت کے آنے کا اتفاق ہوتا تو ان سب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہوتا اس لئے ان سے عہد لیا گیا۔ لیکن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت انکی محتاج نہیں وہ آپکو حاصل ہے اس امر کا توقف اس پر تھا کہ اُن کا زمانہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ متحد ہوتا۔ اس تاخر کا سبب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور آپ کا زمانہ ایک نہ تھا اس لئے کہ آپ ان کے نبی نہ تھے۔ توقف فعل کبھی محل کی قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی فاعل کی اہلیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور دونوں میں فرق ہے۔ اس جگہ توقف اور تاخر فاعل کی وجہ سے نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فعل ارسال میں کوئی توقف اور تاخر نہیں۔ اور نہ ہی آنحضرت کی اہلیت کی وجہ سے ہے بلکہ انبیاء اور آپ کا زمانہ ایک نہ تھا۔ اگر زمانہ ایک ہوتا تو ان پر آپکی اتباع ضروری ہوتی اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام جب آخری زمانہ میں آئیں گے تو اپنی نبوت پر قائم ہونگے۔ ان کی نبوت پہلے کی طرح اب بھی موجود ہوگی۔ اور اب بھی نبی ہونگے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ آپ نبی نہیں ہونگے۔ صرف ایک امتی ہونگے بلکہ بدستور سابق نبی ہوتے ہوئے آپکی اُمت میں داخل ہوں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مُطابق فیصلہ کرینگے قرآن سُنت کے متبع ہونگے۔ اور آنحضرت کی شریعت کے امر و نواہی ان سے متعلق ہونگے۔ اور ان کی نبوت میں کوئی

نقص نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر آپ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام کے زمانہ میں مبعوث ہوتے تو سب انبیاء اپنی نبوت
پر قائم رہتے اور انبیاء اور اُن کی اُمتیں آپکی اُمت ہوتیں۔ لہٰذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت عام ہے اور سب
امتوں کو شامل ہے اور ایک نبوت عظیم ہے۔ اور آپکی شریعت انکی شریعتوں سے متفق ہوتی کیونکہ اصول شریعے میں اختلاف
نہیں ہوتا۔ اور جہاں فروع میں اختلاف ہوتا وہاں آنحضرت کی شریعت مقدم ہوتی۔ ان کی شریعت میں تخصیص کر دی جاتی یا نسخ
واقع ہوتی یا کچھ بھی نہ ہوتا بلکہ اس وقت کی شریعت آنحضرت کی شریعت شمار ہوتی کیونکہ اشخاص اور اوقات کے اختلاف
سے احکام بھی تبدیل ہوجاتے ہیں۔ اس وضاحت کے ساتھ کہ آنحضرت کی حقیقت نوری آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے
نبوت کے ساتھ بالفعل متصف تھی اور بالفعل موجود فی الخارج تھی۔ ان دو حدیثوں کا معنی واضح ہوگیا۔ ایک یہ حدیث[1]
کہ میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوں جس کا ہم معنے یہ سمجھتے تھے کہ کافۃ کا مصداق آپکے زمانہ اور مابعد کے لوگ مراد ہیں۔
اب سمجھا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک کے لوگ مراد ہیں۔ اور دوسری حدیث[2] کہ کنت نبیاً وادم بین الجسد والروح
کا مطلب ہم یہ سمجھتے تھے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے تھی
اب معلوم ہوا کہ واقع میں اور خارج میں بالفعل موجود فی الخارج تھی نہ صرف علم الٰہی میں۔ جس طرح کہ مکی اور مدنی زندگی
میں۔ نبوت کا ظہور صرف میثاق الانبیاء سے شروع ہوا۔ آپکی مکی و مدنی زندگی میں نبوت و رسالت اور پیدائش آدم سے پہلے اور تا قیامت
کوئی فرق نہیں۔ نبوت و رسالت ہر زمانہ میں برابر ہے کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مکی اور مدنی زندگی میں نبوت و رسالت
کا موصوف حقیقت محمدی مع الجسد تھی۔ اور آدم علیہ السلام سے پہلے موصوف صرف حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم مجرد عن الجسد تھی۔ آپکی
اس نبوت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی آدمی کو اپنی بیٹی کی تزویج کا وکیل بناتا ہے کہ جب تمہیں کفو مل جائے کہ نکاح کر دینا۔ نکاح تو اس
وقت ہوگا جب کفو مہیا ہوگی لیکن توکیل اور تزویج کے درمیان کا وقت ایسا ہے کہ اس شخص کی وکالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ
وکیل ہے اس کی وکالت قائم بالفعل ہے۔ خارج میں موجود ہے۔ کیونکہ کفو نہ ملنے سے اس کی وکالت کا اظہار نہیں ہوا۔ اور نہ
توکیل کا اظہار ہوا۔ امام تقی الدین السبکی کی کلام ختم ہوئی۔

★ —— آیات قرآنی اور تقی الدین السبکی اور اشرف علی تھانوی کی کلام کا خلاصہ حقیقت
محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پیدا ہوچکی تھی اور موجود فی الخارج تھی اور وصف نبوت و رسالت
سے متصف ہوچکی تھی۔ اس حقیقت اقدس کا وجود کوئی فرضی وجود نہ تھا۔ بلکہ باقی ملکوتی مخلوق کی طرح واقعہ میں موجود تھی

جس کی تخلیق کی ابتداء نور الٰہی سے ہوئی ۔ حقیقتِ محمدیہ کی حقیقت اس طرح ہے جیسے روح کی حقیقت ہے ۔ کہ ہمیں اس کا علم نہیں اس کی حقیقت خود خالقِ کائنات ہی جانتا ہے ۔ ہمیں اتنا ہی علم ہے کہ اسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ نورِ الٰہی سے پیدا ہوئی ہے ۔ اس وقت یہ حقیقت جسدِ بشری سے مجرد تھی ۔ اور اسی طرح مجرد رہی ۔ حتیٰ کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں منتقل ہوئی ۔ پھر جس حقیقت موجودہ کو نبوت اور رسالت سے موصوف بنایا گیا تو اسکی نبوت اور رسالت کا اظہار اخذِ میثاق النبیین سے کیا گیا ۔ اس وقت آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی ۔ اس شرف کا اظہار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَد سے فرمایا تاکہ امت کو آنحضرت کی قدر و منزلت کا علم ہو جو انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاصل ہے ۔ اور نیز فرمایا بُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً یعنی میری نبوت آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے لوگوں کیلئے ہے ۔ صرف میرے زمانے سے قیامت تک کے لوگوں کیلئے نہیں ۔ اس حقیقت کو حقیقتِ بشری نہیں کہا جا سکتا ۔ کیونکہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی اور یہ حقیقت پہلے تخلیق ہو چکی تھی ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخبرِ صادق ہیں اس لئے کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَد کا صدق اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آپکی حقیقتِ نوری مجرد عن الجسد کی تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تسلیم کی جائے اور ساتھ ہی نبوت و رسالت سے متصف ہونیکا اقرار کیا جائے ۔ اس حقیقت کو بشری صورت اس وقت حاصل ہوئی جب یہ حقیقت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوئی اور منتقل ہوتے ہوئے حضرت آمنہ کے بطن اطہر سے بصورت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئی ۔ آپکی نبوت کے دو مرتبے ہیں ۔ پہلا مرتبہ پیدائش سے لے کر آدم علیہ السلام کی پشت تک اور وہاں سے پیدائش بطن آمنہ کے عرصہ تک ۔ اس مرتبہ میں نبوت اور رسالت سے متصف حقیقت نورانیہ محمدیہ تھی جو نور الٰہی سے پیدا ہوئی ۔ مرتبہ ۲ یعنی آمنہ سے پیدائش کے بعد تا قیامت ۔ اس مرتبہ میں نبوت اور رسالت سے متصف حقیقتِ نوری حقیقتِ بشری دونوں متصف تھیں ۔ پہلے مرتبہ میں آپکو قوتِ تعلیم ۔ قوتِ تزکیہ نفوس اور قوتِ تبلیغ حاصل تھی ۔ اور مکمل طور پر ان افعال کی ادائیگی کی اہلیت تھی ۔ لیکن امتِ مدعوہ موجود نہ تھی ۔ دوسرے مرتبہ میں امتِ مدعوہ بھی موجود تھی اور ان افعال کی ادائیگی کا عمل بھی پایۂ تکمیل کو پہنچا

دوسری فصل

حقیقتِ محمدی کا اسم مبارک ، وقتِ پیدائش ، معروفیات وغیرہ ہیں ۔

حدیث ۱ :-

سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ۔

اول ما خلق اللہ نوری زرقانی شریف جلد اول صے ۳ ۔ تفسیر روح البیان جلد اول صے ۵۴۸ ۔ تفسیر عرائس البیان جلد ۱

کی گئی ہے جن سب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے جن کا اوپر ذکر ہوا ہزاروں سال اُن کی پیدائش سے پہلے نورِ
نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اور عالم قدس کے اطراف میں اس نور کی تربیت فرمائی۔ کبھی اسے سجدہ
کا حکم ہوا اور کبھی اسے تسبیحات میں مشغول رکھا۔ اور نور کی قرارگاہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہت سے حجاب پیدا کئے اور ہر حجاب میں اسے
بہت طویل عرصہ رکھا اور اپنی خاص تسبیحات میں مشغول رکھا جب ان حجابات سے باہر تشریف لائے تو آپکے انفاس مبارکہ
سے ارواح انبیاء، اولیاء، صدیقین، شہداء اور باقی مومنین اور ملائکہ پیدا فرمائے اور ان انفاس کو چند قسم بنایا۔ انہی سے
عرش، کرسی، لوح وقلم، بہشت و دوزخ اور مواد اور اصول اور آسمان وزمین، آفتاب، مہتاب، کواکب، بحار، جبال، ریاح
پیدا کئے۔ بعد ازاں آسمان وزمین کو بچھایا، اور ہر ایک کے سات طبقے بنائے۔ اور ہر طبقہ کو مخلوق کے رہنے کیلئے مخصوص کیا۔ اور
دن اور رات پیدا کی۔

حدیث ابن عباس :۔

الشفاء حصہ اول صف ۴۸ عن ابن عباس رض انہ صلے اللہ
علیہ وسلم قال کانت روحہ نوراً بین یدی اللہ
قبل ان یخلق آدم بالفی عام۔ یسبح ذالک النور
وتسبح الملائکۃ بتسبیحہ۔ ترجمہ

☆ ———— حضرت عبداللہ بن عباس رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اللہ
تعالیٰ کے سامنے پیدائش آدم سے دو ہزار سال پہلے نور تھی۔

حدیث علی رض

☆ ———— عن زین العابدین عن الحسین عن علی رض عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کنت نوراً
بین یدی ربی قبل ان خلق آدم باربعۃ عشر الف عام :۔ ترجمہ :۔ حضرت زین العابدین
اپنے باپ حسین رض سے وہ اپنے باپ حضرت علی کرم اللہ سے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے نور تھا
عبارات سابقہ سے معلوم ہوا کہ ملاء الاعلیٰ میں حقیقت محمدی کا نام نور تھا اب ہم حقیقت محمدی کو نور سے تعبیر کرینگے یعنی باطن میں نور
ہیں اور ظاہر میں بشر ہیں۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے بقول عبداللہ بن عباس اور بقول علیؓ چودہ ہزار سال پہلے نورِ محمدی پیدا ہو چکا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ نور کئی حجابات میں محجوب رہا اور عبادتِ الٰہی تسبیحات و سجود میں مشغول رہا۔ اور فرشتے بھی اس نور کے ہمراہ عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے۔

کتاب الوفا باحوال المصطفےٰ :-

☆ —— کتاب الوفا باحوال المصطفےٰ مصنفہ امام ابو الفرج عبدالرحمٰن بن جوزی پیدائش ۵۱۰ھ وفات ۵۹۷ھ۔ جو فنِ حدیث میں مرتبہ عالیہ رکھتے ہیں صفحہ ۳۳ حصہ اول عن کعب الاحبار۔

لما اراد اللہ ان یخلق محمدا امر جبریل ان یاتی بالقبضۃ من

التراب من موضع قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

فاتاہ بہا فعجنت بماء التسنیم ثم غمست فی انہار الجنۃ فطیف

فی السموات والارض فعرفت الملائکۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم

قبل ان تعرف لآدم۔ ترجمہ :—

کعب الاحبار سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو جبریل کو حکم دیا کہ نبی صلے اللہ کی قبر کی جگہ سے ایک مٹھی سفید مٹی کی لائے تو جبریل لے آیا تو اسے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور جنت کی نہروں میں اسے ڈبویا گیا۔ اور آسمانوں اور زمین کے اطراف میں اسے پھیرا گیا اور ملائکہ کو بتایا گیا یہاں تک کی فرشتوں نے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو آدم علیہ السلام سے پہلے پہچانا۔ حاشیہ مدارج النبوۃ جلد ۲ حاشیہ عبارت روضۃ الاحباب صفحہ ۲۔

نورِ محض کو صورتِ بشری دینے کیلئے خاکِ مدینہ سے مخلوط کیا گیا :-

☆ —— پس اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام را امر فرمود کہ قبضہ خاک پاک سفید از موضع قبر آنحضرت رسالت مآب بآن نور مخلوط سازد۔ جبرئیل بموجب فرمودہ کار بند شد۔ و آن نور را بآن قبضہ خاک پاک بآب تسنیم تخمیر کردہ و بہ جمال دُرِّ بیضیا ساخت و اندر جوہا جنت غوطہ داد و بر آسمان و زمین و دریا ہا و کوہ ہا عرض کرد و فرشتگان و بر ایشان آنکہ آدم مخلوق شد بشناختند۔ ترجمہ :- پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور آنحضرت کی قبر مبارک کی جگہ سے مٹی کی ایک پاک سفید مٹھی لاؤ۔

اور اس نور کو اس مٹی میں مخلوط کریں جبریئل نے حکم کے مطابق عمل کیا۔ اور نور اور مٹی کو ملایا اور چشمۂ تسنیم جنت کے پانی میں گوندھا۔ اور اسے سفید موتی کی طرح بنایا اور جنت کی نہروں میں ڈبویا۔ اور اس دُرِّ یتیم کو آسمانوں اور زمین پر ظاہر کیا۔ اور ان سب چیزوں کو آنحضرت سے روشناس کرایا۔ حتی کہ تمام ملائکہ نے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ ان دو عبارتوں سے معلوم ہوا کہ نورِ محمدی یا حقیقتِ محمدیہ کو صورتِ بشری دینے کیلئے مٹی میں مخلوط کرکے تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا اور نور کو خاکی صورت میں ڈھالا گیا۔ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور صورت دونوں آدم علیہ السلام سے پہلے تخلیق ہو چکی تھیں۔ جب حقیقت محمدی مع صورت بشری وجود میں بالفعل فی الخارج موجود ہو گئیں تو آسمانوں اور زمینوں میں آپ کا تعارف کرایا گیا اور ابھی آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۲ حاشیہ روضۃ الاحباب۔

قلم نے سب سے پہلے لوح میں کیا لکھا؟

✱ ——— اول قلم بر لوح محفوظ نوشت این بود۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا محمد رسول اللہ من استسلم لقضائی۔ وصبر علی بلائی۔ وشکر علی نعمائی ورضی بحکمی۔ کتبتہٗ من عبادی ومن لم یستسلم لقضائی۔ ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یرض بحکمی۔ فلیختر لہ ما سوائی۔ ترجمہ

✱ ——— آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ لوحِ محفوظ میں لکھے۔ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور حضرت محمد میرے رسول ہیں۔ جو میری قضاء کو تسلیم کرے گا اور میری مصیبت پر صبر کریگا اور میری نعمت کا شکرگزار ہوگا۔ اور میرے حکم پر راضی ہوگا۔ میں اسے اپنے بندوں میں شمار کرونگا۔ اور جو شخص میری قضاء کو تسلیم نہیں کریگا۔ اور میری مصیبت پر صبر نہیں کریگا۔ اور میری نعمت کا شکرگزار نہ ہوگا۔ اور میرے حکم پر راضی نہیں ہوگا اسے اختیار ہے جس کا بن جائے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کی پیدائش قلم سے بھی پہلے ہے۔ بعد میں قلم پیدا کیا گیا۔ اور اسے لوحِ محفوظ میں آنحضرت کی رسالت ثبت کرنے کا حکم ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی حقیقت صفتِ نبوت سے بالفعل متصف ہو چکی تھی۔ اور لوحِ محفوظ میں رسالت بھی ثبت ہو چکی تھی۔ مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰۲

بساقِ عرش و اوراق اشجار بہشت میں قلم نے کیا لکھا۔

☆ ——— چوں آفریدہ قلم حکم شد آن را کہ بنویسد بر ساق عرش و ابواب بہشت و اوراق آن و انفاس آن و خیام ان لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ و بعد ازاں نوشت انچہ کائن است تا روز قیامت ۔ مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵ ۔ در اخبار آمدہ کہ چوں مخلوق شد نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم بیرون آمد از مے انوار انبیاء علیہم السلام امر کرد اُورا پروردگار کہ نظر کند بجانب انوار ایشان ۔ پس چوں نظر کرد آنحضرت بجانب ایشان پوشید انوار ایشان ۔ گفتند ای پروردگار ما این کیست؛ کہ پوشید انوار ما از نور او ۔ اللہ تعالیٰ گفت این نور محمد بن عبد اللہ است ۔ اگر ایمان آوردید بوے میگردانم شمارا انبیاء ۔ گفتند ایمان آوردیم یا رب بوے و بنبوت وے پس گفت حق تعالیٰ گواہ شدم بر شما این است معنی حق سبحانہٗ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین ۔ ترجمہ

انوارِ انبیاء کی پیدائش نورِ محمدی سے ۔

☆ ——— جب اللہ نے نورِ محمدی پیدا کیا تو آپکے نور سے تمام کے انوار باہر آ گئے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے نورِ محمدی کو حکم دیا کہ انوارِ انبیاء کی طرف دیکھیں ۔ جب آپ نے دیکھا تو انبیاء کے سب نور چھپ گئے ۔ تو انوارِ انبیاء نے پوچھا اے پروردگار یہ کون ہے جس کے نور سے ہمارے نور چھپ گئے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نور محمد بن عبد اللہ کا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اُس کی نبوت کے ساتھ بھی ایمان لائے

تو میں تمہیں نبی بنا دوں ۔ تو سب انبیاء نے کہا ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی نبوت کے ساتھ بھی ایمان لائے ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر گواہ ہوا ۔ یہی معنی ہے اس آیت کا واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تمام انوارِ انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے انوار سے ارواح انبیاء مراد ہیں

فائدہ عظیمہ :

☆ ——— کیفیتِ نورِ محمدی کے متعلق عبارات سے واضح ہو گیا کہ نورِ محمدی سے ساری کائنات پیدا ہوئی ۔ آسمان و زمین، عرش، کرسی، قلم، جنت و دوزخ، ملائکہ ساری کائنات آنحضور کے نور سے پیدا ہوئی جس طرح ان اشیاء کا وجود آدم علیہ السلام سے پہلے خارج میں موجود بالفعل تھا ۔ جس طرح آسمان و زمین، عرش و کرسی جنت و دوزخ اب موجود ہیں اسی طرح یہ سب اشیاء آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھیں اسی طرح آنحضور کا نور بھی پہلے موجود تھا جس طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت زمین و آسمان، جنت و دوزخ اور ملائکہ کا وجود

فرضی تھا ۔۔۔ جو میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آنحضور کا نور فرضی تھا خارج میں موجود نہ تھا بلکہ جس طرح لوح و قلم و عرش و کرسی موجود تھے اسی طرح آنحضرت کی حقیقت نورانیہ موجود تھی اور صفت نبوت کے ساتھ متصف تھی۔ اگر فرضی وجود کہا جائے یا آنحضور کو مستقبل کے لحاظ سے نبی کہا گیا ہو تو آنحضرت کا قول کنت نبیا و آدم بین الروح والجسد غلط ہوگا نعوذ منہ ذالک کیونکہ مستقبل کے لحاظ سے تو ہر چیز کو موجود کہا جا سکتا ہے پھر آپکی اس تحدیث نعمت کا مطلب ہی کیا ؟ اور باقی انبیاء پر کیا فضیلت ؟

☆ ـــــــ اب یہ بات واضح ہے کہ آنحضور کی حقیقت نوری پیدائش آدم سے پہلے مخلوق اور موجود تھی اور آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت اس حقیقت کا انتقال شروع ہوا۔ آدم علیہ السلام کی پیشانی میں یہ نور منتقل ہوا اور سلسلہ انتقال شروع ہوا اور اصلاب طاہرہ میں انتقال جاری رہا۔ حتیٰ کہ آپ بطن آمنہ سے پیدا ہوئے۔ اور بصورت بشری میں وجود پذیر ہوئے۔ انتقال کا لغوی معنیٰ کسی حقیقت کا ایک مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں جانا اور ایک زمانہ سے نکل کر دوسرے زمانہ میں داخل ہونا ہے۔ تو انتقال کا لفظ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ آپکی نورانی حقیقت آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی۔ پھر منتقل ہو کر جسد آدم میں وجود پذیر ہوئی اور اصلاب طاہرہ میں منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف فرما ہوئی۔

الوفا، نور محمدی کا ملاء الاعلیٰ سے صلب آدم کی طرف انتقال۔ پہلی حدیث

☆ ـــــــ دیکھیں الوفاء ابن جوزی جلد اول صفحہ ۳۴:۔ ثم کان نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم یری فی غرۃ جبھۃ آدم وقیل لہ یا آدم ھذا سید ولدك من الانبیاء والمرسلین فلما حملت حوا بشیث علیہ السلام انتقل عن ادم الی حوا وکانت تلد فی کل بطن ولدین الا شیث فانھا ولدتہ وحدہ کرامتہ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم لم یزل ینتقل من طاھر الی

طاہر الی ان ولد صلے اللہ علیہ وسلم ۔ ترجمہ

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نور مخلوط بعنصر خاکی جس کی تخمیر آب تسنیم سے کی گئی تھی ۔ اور جنت کے انہار میں ڈبوئی گئی تھی آدم علیہ السلام کے جسد میں منتقل ہوا اور اُن کی پیشانی سے دکھائی دینے لگا ۔ اور آدم علیہ السلام کو کہا گیا کہ یہ تیرے ابناء انبیاء کے سردار ہیں ۔ پھر جب حوا شیث علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو آنحضرت کا نور آدمؑ سے منتقل ہو کر حوا کے وجود میں آگیا ۔ اور حوا پہلے ایک بطن سے دو بچے جنتی تھی اس دفعہ صرف شیث علیہ السلام کو جنا ۔ یہ آنحضرت کی کرامت تھی ۔ پھر آپ کا نور اصلاب طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے دنیا میں تشریف فرما ہوا ۔

انتقال کی دوسری حدیث الوفا عن ابن عباس :- الوفاء صفحہ ۳۵ من ابن عباس

قال قلت یا رسول اللہ این کنت وآدم فی

الجنۃ وکنت فی صلبہ واھبط الی الارض و

انافی صلبہ ورکبت السفینۃ فی صلب

ابی نوح وقذفت فی النار کنت فی صلب ابی ابراھیم

لم یلتق لی ابوان قط علی سفاح لم یزل

ینقلنی من الاصلاب الطاہرۃ الی الارحام

الطاہرۃ النقیۃ مھذبا لا تتشعب شعبتان

الا کنت فی خیرھما اخذ اللہ لی بالنبوۃ

المیثاق وفی التوراۃ بشربی وفی الانجیل شھر

اسمی تشرق الارض لوجھی والسماء لرؤیتی

ترجمہ :- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ۔ جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے آپ اُس وقت کہاں تھے ۔ آپ نے فرمایا میں جنت میں اور آدم کی پشت میں تھا ۔ اور جب وہ زمین پر اُتارے گئے تو اُس وقت بھی اُن کی پشت میں تھا ۔ اور سفینۂ نوح میں سوار ہوا ۔ جبکہ میں اُن کی پشت میں تھا ۔ اور آگ میں ڈالا گیا اور میں حضرت ابراہیمؑ کی پشت میں تھا ۔ میرے والدین سے کوئی بھی بدکاری (زنا) کا مرتکب

نہیں ہوا۔ اور پاک پشتوں سے پاک وصاف رحموں کی طرف منتقل ہوتا چلا آیا۔ پھر جب ایک باپ کے دو بیٹے ہوتے اور وہ دو قبیلوں میں بٹتے تو میں اُن میں سے اشرف قبیلہ میں منتقل ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے انبیاء سے عہد لیا۔ تورات میں میرے آنے کی بشارت دی گئی۔ اور انجیل میں میرے نام کی شہرت کی گئی۔ زمین میرے چہرے سے روشن ہے اور آسمان میری رویت سے چمکتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حبر اُمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت نور ہیں اور اس نور کی پیدائش حضرت آدم سے پہلے ہے۔ اور یہ نور ملاء الاعلیٰ سے منتقل ہو کر پشت آدم میں آیا۔ جنت سے نکل کر زمین پر منتقل ہوا اور کشتی نوح میں سوار ہوا اور نار خلیل میں ڈالا گیا اور اصلاب طاہرہ اور ارحام نقیہ میں منتقل ہوتے ہوتے بطن آمنہ سے تولد ہو کر دنیا میں تشریف فرما ہوا۔

یہی عقیدہ حضرت عباس عم پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ جب آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت عباس رضی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیئے کہ کچھ آپکی مدح کروں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہو اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو سلامت رکھے۔ لَا يُفْضِضِ فَاکَ یعنی اللہ آپکے منہ پر مہر سکوت ثبت نہ کرے یعنی سلامت رکھے۔

حضرت عباس کا عقیدہ حدیث ۳

الوفاء صہ ۳۵۔

قال العباس یا رسول اللہ انی ارید ان امتدحک فقال لہ قل لا یفضض فاک فانشاء یقول۔

ترجمہ

حضرت عباس عم پاک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آنحضور کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپکی مدح کرنا چاہتا ہوں۔ آنحضور نے دعائیہ کلمہ ارشاد فرماتے ہوئے اجازت دی (فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ پر مہر سکوت نہ لگائے یعنی تمہارے منہ کو سلامت رکھے) کہو جو کچھ کہنا چاہتے ہو۔ تو حضرت عباس رضی مدحیہ اشعار پڑھنے لگے شعر: مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي۔ مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ۔ ترجمہ:۔ زمین پر اُترنے سے پہلے آپ سایوں میں خوشحال تھے اور ایک قرار گاہ میں تھے۔ جس کے درخت گھنے پتوں والے تھے۔ یُخْصَفُ کا لغوی معنی پتوں کا اوپر تلے ملا ہوا ہونا گھنا ہونا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ اکل شجرہ ممنوعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب آپنے ثمرہ ممنوعہ کھالیا تو آپ کا لباس جنت اُتر گیا تو آپنے بدن ڈھانپنے کیلئے اوپر تلے پتوں کو رکھ کر

بدن ڈھانپنا۔ اور اصل معنے پتوں کا گھنا ہونا ہے۔ شعر ۲۔ ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ اَنْتَ۔ وَلَا مُضْغَةٌ وَّلَا عَلَقٌ۔ ترجمہ۔ جب آپ زمین پر اُترے نہ اُس وقت آپ بشر تھے۔

ترجمہ۔ اور نہ گوشت کا ٹکڑا اور نہ خون منجمد تھے۔ یعنی جنت میں اور زمین پر اترتے وقت نہ آپ بشر تھے اور نہ گوشت تھے اور نہ خون منجمد۔ کیونکہ یہ حالتیں جنین کی ہوتی ہیں۔ اور آپ جنین نہیں تھے۔ بلکہ حقیقتِ نورانی تھے۔ جو پشتِ آدم میں ودیعت تھی۔ شعر ۳۔ بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ۔ اَلْجَمَ النَّسْرَ وَاَهْلَهُ الْغَرَقُ۔ ترجمہ۔ بلکہ ایک مادہ انسانی تھا جو کشتی نوح میں سوار تھا۔ جب کہ بت نسر اور اُس کے پجاریوں کو طوفانِ نوح نے غرق کر دیا تھا۔ شعر ۴۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا۔ تَجُوْلُ فِيْهَا وَلَسْتَ تَحْتَرِقُ۔ ترجمہ۔ تو نارِ خلیل میں وارد ہوا۔ اس میں آپ گھومتے تھے اور آپ جلتے نہیں تھے۔ شعر ۵۔ تُنْقَلُ مِنْ صُلْبٍ اِلٰى رَحِمٍ۔ اِذَا مَضٰى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

ترجمہ۔ آپ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے چلے آئے۔ جب ایک جہان گزرتا یعنی ایک پشت میں رہنے کا زمانہ ختم ہوتا تو دوسرا طبقہ شروع ہو جاتا یعنی دوسری پشت میں انتقال شروع ہو جاتا۔ شعر ۶۔ حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ۔ ترجمہ۔ حل لغات۔ اِحْتِوَاء۔ گھیرنا۔ اَلْمُهَيْمِنُ۔ محافظ و محفوظ۔ خِنْدِفُ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد مدرکہ بن الیاس کی والدہ کا لقب ہے۔ عَلْيَاءَ بلند قدر و مرتبہ خاندان۔ اَلنُّطُقُ۔ جمع نِطَاق کمربند مراد اوساط الاشیاء۔ درمیانہ درجہ رکھنے والا خاندان۔

اعلاق نحوی۔ اِحْتَوٰى فعل ماضی۔ بَيْتُكَ۔ فاعل احتوىٰ۔ اَلْمُهَيْمِنُ صفت بیت۔ مِنْ خِنْدِفَ۔ من بیانیہ۔ بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ کا بیان ہے یعنی بیت مہیمن سے مراد خاندان خندف اولاد خندف ہے۔ جو قریش کا بلند گھرانہ ہے۔ عَلْيَاء۔ ترکیب نحوی میں اِحْتَوٰى کا مفعول بہ ہے۔ تَحْتَهَا النُّطُقُ۔ جملہ حال ہے عَلْيَاء کا اور پورے شعر کا ترجمہ۔ حتیٰ کہ آپ نے آپکے گھرانہ محفوظ بنو ہاشم نے ایک بلند خاندان کو احاطہ کر لیا۔ جس کے علاوہ باقی خاندان درجہ کے لحاظ سے نیچے ہیں۔ جیسے پہاڑ کی چوٹی کو پہاڑ کے اوساط سے نسبت ہے۔ یعنی آپ کا خاندان بنوت بنو ہاشم جس میں آپ منتقل ہوئے تمام خاندانِ قریش سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ اس گھرانے نے آپ کو اپنے اندر لے لیا۔ شعر ۷۔ وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ۔ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ۔ ترجمہ اور جب آپ دنیا میں وارد ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپکے نور سے آسمانوں کی بلندیاں منور ہو گئیں۔

شعر۸۔ فَنَحْنُ فِی ذَالِکَ الضِّیَاءِ وَفِی النُّوْ ۔ رِ وَسُبُلُ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ ۔ ترجمہ۔ پس ہم اس روشنی اور نور اور ہدایت کے راہوں میں زمین کو چیرتے پھاڑتے ہیں۔ یعنی زمین کو قطع کر رہے ہیں۔

(ان اشعار پر مولانا اشرف علی تھانوی کی ذاتی رائے) ان اشعار پر مولانا اشرف علی تھانوی کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ نشر الطیب صفحہ ۱۸ حاشیہ ۲ ظاہر ہے کہ جنت کے سایوں میں ہونا اور نار خلیل میں ہونا یہ سب قبل ولادت جسمانیہ ہے۔ پس یہ حالات روح مبارک (یعنی حقیقت نورانی) کے ہوئے جو عبارت ہے نور سے اور ظاہراً ان مراتب میں آپ کا وجود بالقوہ مراد نہیں۔ جو مرتبہ وجود مادہ (یعنی نطفہ انسانی) کا ہے۔ کیونکہ یہ وجود تو تمام اولاد آدمؑ و نوحؑ و ابراہیم علیہم السلام میں مشترک ہے۔ پھر آپکی تخصیص کیا ہوئی اور بمقام مدح مقتضی ہے۔ ایک گونہ اختصاص کا پس قرینہ غالبہ ہے کہ مرتبہ وجود کا اوروں کے وجود سے کچھ ممتاز تھا۔ مثلاً یہ کہ اس جزء مادی کے ساتھ علاوہ تعلق روح آباد کے خود آپکی روح کو بھی کوئی تعلق تھا۔ یہ قرینہ عقلی ہوا۔ اور نقلی قرینہ خود ان اشعار میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا سوزش سے محفوظ رہنا سبب بنایا گیا ہے۔ آپؐ کے ورود فرمانے سے سو اگر اس جزء مادی کے ساتھ آپکی روح کا کوئی تعلق نہ ہو تو اس جزء کے وارد فی النار ہونے کا کیا معنی ؟ کیونکہ ورود کے لغوی معنے مقتضی ہیں۔ وارد کے خارج ہونے کو اور جزء کو دخل کیا جاتا ہے وارد نہیں کہا جاتا۔ پس یہ امر خارجی آپکی روح مبارک ہے جس کا تعلق اس جزء مادی سے ہے کہ مجموعہ جزء مادی اور روح کا بوجہ ترکیب من الداخل والخارج خارج ہو گا۔ پس اس تقریر پر ان اشعار سے یہ تطورات آپکے نور مبارک (یعنی حقیقت نورانی) کے لیئے ثابت ہو گئے اور یہی مدعا ہے اور چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ان اشعار پر سکوت فرمایا اس لیئے اس حدیث تقریری سے مضامین کا صحیح اور حجت ہونا ثابت ہو گیا ۱۲ منہ

حضرت عبداللہ بن عباس کی دوسری حدیث اور اشعار حضرت عباس کی یہ دونوں حدیثیں ہیں۔ پہلی حدیث قولی ہے جس سے حضرت عبداللہ کا عقیدہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ اشعار حدیث تقریری ہیں۔ کیونکہ آنحضورؐ نے ان اشعار کے مضمون کو سن کر سکوت فرمایا ہے۔ تو ان دو حدیثوں سے واضح ہو گیا کہ عبداللہ بن عباس اور حضرت عباس باپ اور بیٹے جو کبار صحابہ سے ہیں۔ ان کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ کہ آپکی حقیقت نوری آدم علیہ السلام سے پہلے تخلیق ہوئی اور آدم علیہ السلام سے پہلے موجود فی الخارج تھی پھر یہ حقیقت

نوری جسدِ آدم میں منتقل ہوئی اور جنت اور طوفانِ نوح اور نارِ خلیل کو طے کرتی ہوئی دُنیا میں تشریف فرما ہوئی۔ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی اسی مضمون کی تشریح اور تصدیق کی ہے۔

تیسری فصل۔ وضاحتِ نورِ محمدی۔

جو کچھ یہاں تک مذکور ہوا وہ سب تمہید کا حکم رکھتا ہے اور اب مقصود کا ذکر ہوتا ہے

سابقہ ذکر سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تخلیق میں تمام مخلوقات سے مقدم ہیں۔ ساری کائنات آپکے نور سے پیدا ہوئی۔ عرش وکرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ سب آپکے نور سے پیدا ہوئے۔ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے آنحضرت کی تخلیق ہوئی۔ جس طرح لوح و قلم، عرش وکرسی آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہیں اور موجود فی الخارج اور موجود بالفعل ہیں۔ اسی طرح آنحضرت بھی پہلے ہیں۔ کیونکہ ان اشیاء کا وجود آنحضرت کے وجود سے ہوا۔ اس عرصہ میں آنحضرت حجابات میں ذکرِ الٰہی، تسبیحات و سجود میں مصروف رہے۔ اور وصفِ نبوت سے بھی بالفعل متصف ہوئے۔ پھر آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھا گیا یعنی یہ نور آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت۔ حتیٰ کہ انتقال کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے دُنیا میں ورود مسعود ہوا۔ کم فہم اور عقل کے اندھے لوگ جو یہ خدشہ ظاہر کرتے ہیں کہ آپ بطنِ آمنہ سے پیدا ہوئے اور صلب عبداللہ سے نزول ہوا تو نور کیسے بنے۔ ماں اور باپ بشر خاکی اور بیٹا نور کیسے بن گیا اور یہ خدشہ کہ باپ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور بیٹا ہزاروں سال پہلے کیسے موجود ہوا۔ اور آپ خاتم النبیّین ہیں اور سب سے آخری نبی ہیں اور سب انبیاء سے بعد پیدا ہوئے۔ تو سب سے پہلے کیسے بنے۔ یہ ہیں خدشات۔ اب ان سب کا ازالہ ہو گیا کہ سابقہ تفصیلات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت کی حقیقتِ نوری جو دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں، تخلیق میں سب کائنات سے پہلے ہے اور صورتِ بشری جو بعد از تولد حاصل ہوئی ان سب سے پیچھے ہے۔ حقیقتِ نوری کے لحاظ سے آپ لوح و قلم، عرش وکرسی سے بھی مقدم ہیں۔ اور صورتِ بشری کے لحاظ سے آپ تمام انبیاء سے بعد میں ہیں اسی لئے آپ نے اعلان فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقتِ نوری کے لحاظ سے آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے موجود فی الخارج تھے۔ اور وصفِ نبوت سے بالفعل متصف تھے۔ اگرچہ صورتِ بشری کے لحاظ سے آدم علیہ السلام بلکہ تمام انبیاء بلکہ عبداللہ اور آمنہ سے بھی بعد میں تھے۔ آپ حقیقت کے لحاظ سے نوری ہیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ بواسطہ حقیقت نوری

مقدم ہے اور بواسطہ صورت بشری مؤخر ہیں اور خاتم النبین ہیں۔ اور صورت بشری کے لحاظ ماں باپ سے مؤخر ہیں۔ اور صورت بشری کے لحاظ بشر ہیں۔ حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ جو لوگ آپ کے نور ہونے کا انکار کرتے ہیں یا تو اس حقیقت سے اور تفصیل سے جاہل ہیں یا احادیث اور اقوال سلف کا انکار کرتے ہیں۔ اِن تفاصیل کو سچا سمجھنے کے بعد آپکی نورانیت کا انکار رات اور دن کا انکار ہے۔ ہم پہلے سمجھا چکے ہیں اور مثالیں دے چکے ہیں کہ شئے صورت اور حقیقت کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اور واضح طور پر سمجھا چکے ہیں کہ تمام انبیاء کی صورت میں اور حقیقت میں فرق ہے۔ تمام انبیاء حقیقت کے لحاظ سے نوری اور ملکی ہیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر ہیں۔ اس مسئلہ کو ہم قاضی عیاض علیہ الرحمتہ کی کلام سے بھی سمجھا چکے ہیں۔ ہاں آنحضرت کی حقیقت اور باقی انبیاء کی حقیقت میں فرق ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ باقی انبیاء نے جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھا اور نہ اپنے رب کو دنیا میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ

☆ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حقیقت میں نور ہیں۔ اور ظاہر میں بشر ہیں۔

حضور اقدس کے متعلق دو اعلان :-

آپکی حقیقت نوری ہے اور صورت بشری ہے ظاہری بشریت کے لحاظ سے اعلان ہوتا ہے۔ "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" اور حقیقت کے لحاظ سے اعلان ہوتا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ۔ حضور اقدس کے متعلق اعلان اوّل قل انما انا بشر مثلکم کو سمجھنے کیلئے مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔

☆ موجودات ظاہر اور باطن کی کئی قسمیں ہیں۔ نوری۔ غیر نوری۔ غیر نوری کی دو قسمیں ہیں۔ سماوی۔ غیر سماوی۔ سماوی موجودات افلاک سبعہ یعنی سات آسمان اور عرش و کرسی آٹھویں آسمان کو کرسی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نویں آسمان کو عرش سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غیر نوری اور غیر سماوی جن اور انسان ہیں۔ نوری مخلوق دو قسم ہیں۔ نور محض جیسے ملائکۃ اور ذات باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ پر نور کا اطلاق قرآن مجید میں آیا ہے۔ جیسے اللّٰہُ نُورُ السمٰوات والارض پ۱۸۔ لیکن یہ اطلاق مجازی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو مخلوق معلوم نہیں کر سکتی۔ وہاں عقل و وہم و علم کی رسائی نہیں

ہم صرف اس ذاتِ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کی کنہ کا ادراک بشری قواد کے فہم سے باہر ہے۔ کل آمن باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ۔ دوسری قسم نورٌ جس میں دو اعتبار ہیں۔ ایک اعتبار سے نوری ہیں اور دوسرے اعتبار سے بشر ہیں۔ وہ جماعتِ انبیاء علیہم السلام ہیں جن کا ظاہر بشر ہے اور اُن کا باطن نوری ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام انسان بشر محض ہیں جیسے ملائکتہ نور محض ہیں۔ بشر محض نورُ محض سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ بشر محض نورِ محض کو نہ دیکھ سکتا ہے۔ اور نہ اُس کی کلام سُن سکتا ہے اور نہ اُس کے ساتھ اُس کا اختلاط ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بشر محض میں یہ طاقت ہی نہیں کہ نورُ محض کو دیکھ سکے یا اُس کی کلام سُن سکے۔ لہٰذا بشر محض نورِ محض سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ بحث بحوالہ الشفاء قاضی عیاض مفصلاً ہم بیان کر چکے ہیں۔

اسی طرح جن کی حقیقت بھی نارِ محض ہے۔ وہ بھی نورُ محض سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔

☜ ———— مخلوق غیر نوری اور غیر سماوی جو جن اور انسان ہیں اُنکی ہدایت کیلئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء اللہ تعالیٰ سے تعلیمات حاصل کر کے جنوں اور انسانوں تک پہنچانے کا واسطہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات محض نور ہے جن اور انسان محض مادی ہیں اور غیر نوری ہیں۔ رسول اور نبی کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ملاء الاعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے کچھ حاصل کرنے کی حیثیت سے اُن کا باطن نوری بنایا گیا ہے تاکہ اُن کے ساتھ اِس کا کچھ اتحاد ہو تاکہ اُنہیں دیکھ سکے اور ان سے سُن سکے۔ دوسری حیثیت جنوں اور انسانوں کے لحاظ سے ہے یعنی اُمت کے لحاظ سے اس حیثیت سے نبی اور رسول کا ان کے ساتھ بھی کچھ اتحاد ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اس کو دیکھ سکیں اور اس سے کچھ سُن سکیں۔ اسلئے نبی اور رسول کا ظاہر بشری بنایا گیا ہے۔ اگر نبی اور رسول کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو تو نہ ملاء الاعلیٰ سے کچھ حاصل کر سکتا ہے اور نہ ملاء الاسفل کو کچھ فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس بحث کو ہم فصل اوّل میں جو کہ "المقصد" کی پہلی فصل ہے مدف ترجمہ محمد رسول اللہ اور باقی سب انبیاء میں ذکر کر چکے ہیں! سے غور سے پڑھیں۔ اب ماننا پڑیگا کہ رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ باطن کے لحاظ سے یعنی حقیقت کے لحاظ سے وہ نور ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے اور فرشتہ جبرئیل سے استفادہ کر سکے اور ظاہر کے لحاظ سے یعنی صورت کے لحاظ سے بشر ہوتا ہے تاکہ اُمتِ مدعوۃ کو فائدہ پہنچا سکے۔ اب یہ اعلان جو ہوا ہے وہ صورت کے لحاظ سے ہے یعنی میں

صورت کے لحاظ سے تم جیسا بشر ہوں ورنہ حقیقت کے لحاظ سے ہم جیسے بشر نہیں ہیں۔

ایک خدشہ اور اُس کا جواب

اس کے بعد یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید میں بارہ دفعہ بشر مثلکم۔ اور بشر مثلنا کا ذکر ہے تو تم کس طرح یہ دعوے کر رہے ہو کہ انبیاء ہم جیسے بشر نہیں یہ تو نص قطعی کے بالکل خلاف ہے لہٰذا اسکی بھی وضاحت سنیئے تاکہ یہ خدشہ شیطانی بھی دور ہو۔ بشر مثلکم اور بشر مثلنا جو قرآن مجید میں ذکر ہے۔ اس کی تشریح سنیئے۔

بشریت کی پہلی آیت ۱

پ۱۲ رکوع۳ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ

قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ

اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ

عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ۝ ترجمہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اُنہوں نے رسالت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے نوح ہم تجھے اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری قوم کے چند رذیل آدمی تمہارے پیچھے لگ گئے ہیں۔ جن کی رذالت واضح ہے ڈھکی چھپی نہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ تہیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ بلکہ ہم تہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ تشریح:۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کی طرف سے تین باتیں نقل کی ہیں۔ ۱ آپ ہم جیسے بشر ہیں ۲ آپکے اُمتی۔ تابعدار ہم میں سے رذیل آدمی ہیں۔ انکی اتباع کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ ۳ تمہیں ہم پر کوئی فوقیت نہیں۔ بلکہ ہم تمہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اب یہ آپ ان کی باتوں کا تجزیہ کریں۔ کیا رسول خدا اور اُن کے تابعداروں کو کفار پر کوئی فوقیت و فضیلت نہیں۔ کیا وہ اس دعوے میں سچے ہیں۔ اور اُن کا یہ دعویٰ کسی مومن کیلئے دلیل بن سکتا ہے کہ انبیاء کو کفار پر کوئی فوقیت نہیں۔ ہرگز نہیں یہ اُن کا جھوٹا قول ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے بطور انکار نقل کیا ہے کہ اُنہیں ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ لوگ چونکہ ظاہر بین تھے اس لئے بات کہہ دی۔ ورنہ حقیقت میں انبیاء اور اُن کی اُمتوں کو کفار پر ہر طرح کی فوقیت حاصل ہے۔ دوسری بات کہ اُن کے اُمتی ہم میں ذلیل

ذلیل ہیں یہ دعوٰے بھی ان کا غلط ہے۔ کفار مویشیوں کی طرح ہیں۔ بلکہ اُن سے بھی بد تر ہیں اور مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں

باعزت ہے۔ یہ دعوٰی بھی ظاہر پر مبنی ہے۔ جو سراسر باطل ہے۔ تیسری بات کہ تم ہم جیسے بشر ہو در اصل یہ بات بھی پہلی

اور دُوسری بات کی طرح غلط ہے۔ لیکن یہ لوگ چُونکہ دیکھتے تھے کہ نُوح علیہ السلام ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں۔

سوتے ہیں بیوی بچے رکھتے ہیں۔ لہٰذا اُنہوں نے یہ کہہ دیا کہ تم ہماری طرح بشر ہو اس لحاظ سے وُہ سچے تھے۔ نُوح علیہ

السلام ظاہری صُورت میں اِن جیسے بشر تھے لیکن اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ نبی بشر نہیں ہو سکتا۔ نبی نوری اور ملکی ہوتا ہے

دراصل انہیں مغالطہ یہ ہُوا کہ اُنہوں نے نبی اور رسُول کو حقیقت اور صُورت میں دونوں لحاظ سے نوری سمجھ رکھا تھا

اُنہیں یہ سمجھ نہ آیا کہ نبی صُورت کے لحاظ سے بشر ہے اُنہوں نے نبی کو صُورت کے لحاظ بھی نوری سمجھ رکھا تھا۔ لہٰذا

کہہ بیٹھے کہ تم ہم جیسے صُورت میں بشر ہو۔ حالانکہ نبی کا صُورت میں بشر ہونا ضروری ہے۔ کُفار کے اِس قول سے بشریت

پر حجیت پکڑنا اسی طرح غلط ہے جیسے نبی اور اُمت کی فوقیت اور فضیلت کا انکار اور اُمتیوں کی رذالت پر اُن کے

قول کو حجت بنانا غلط ہے۔

بشریت کی دُوسری آیت ۲

پ ۱۷ رکوع ۱ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ۝ مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۖ أَفَتَأْتُونَ السِّحْرَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ۝ ترجمہ

لوگوں کے حسابِ اعمال کا وقت قریب ہے۔ اور لوگ غفلت میں ہیں۔ حساب سے مُنہ پھیرے ہُوئے ہیں

اُنہیں اپنے ربّ کی طرف سے کوئی نئی یاد دہانی نہیں آتی۔ مگر وُہ کھیلتے غفلت برتتے ہُوئے سُنتے ہیں اور

ظالم آپس میں مل بیٹھ کر سرگوشی کرتے ہیں۔ فیصلہ دیتے ہیں کہ یہ رسُول (یعنی محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم)

تُم جیسا انسان ہے جادو گر ہے کیا اس جادو گر کے پاس آتے ہُوئے تم اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔ تشریح:۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے مکہ والوں کیطرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تاکہ اعمال کی جواب دہی کیلئے تیار ہوں مگر وہ غفلت میں پڑے اس سے روگردانی کر رہے ہیں۔ ۲ ان کا وطیرہ ہے کہ جب بھی کوئی نئی یاددہانی کی جاتی ہے انکے غافل دل کھیل میں مصروف غفلت میں ہیں سن کر دل سے نکال دیتے ہیں۔ ۳ سرگوشی کرکے فیصلہ دیتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم جیسا بشر ہے۔ ۴ یہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تمہارے سامنے جادو لایا ہے۔ تم اس کا جادو سننے کیلئے اس کے پاس چلے جاتے ہو تمہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ تم سمجھ سکو۔ ان چاروں باتوں کو اللہ تعالیٰ نے کفار کی زبان سے نقل کیا ہے۔ پہلی بات کہ کافر حسابِ اعمال سے غفلت میں پڑ کر روگردانی کر رہے ہیں۔ کیا یہ رویہ ان کا صحیح ہے سراسر غلط ہے۔ حساب اعمال کی طرف توجہ چاہیئے تاکہ تزکیۂ اعمال ہو۔ اعمال صالح اپنائے جائیں اور اعمال سیئہ سے اجتناب ہو تاکہ نجات ابدی حاصل ہو۔ دوسری بات ان کا وطیرہ ہے کہ یاددہانی کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ نصیحت پر عمل کرنا چاہیئے۔ نصیحت کو بھلانا بدبختی ہے۔ تیسری بات کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جادو پیش کرتا ہے اسکے پاس نہ جاؤ۔ یہ بھی غلط ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ جو کچھ پیش کرتے ہیں وہ وحی خداوندی ہے جادو ہرگز نہیں۔ انکی چوتھی بات کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم جیسے بشر ہیں یہ بھی غلط ہے اس کا جواب بالتفصیل پیچھے گذر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واسروا النجوی الذین ظلموا۔ هل هذا الا بشر مثلکم۔ کہ ان ظالموں نے سرگوشی کرکے کتنا ظلم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا ظلم ہے۔ جو آنحضور کو اپنے جیسا بشر سمجھے وہ ظالم ہے لعنة اللہ علی الظالمین۔

بشریت کی تیسری آیت ۳

بشریت کی تیسری آیت پارہ ۱۸ رکوع ۱

فقال الملؤا الذین کفروا من قومه ما هذا الا بشر مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لانزل ملئکة ما سمعنا بهذا فی اٰبائنا الاولین ٥ ان هو الا رجل به جنة فتربصوا به حتی حین ٥ ترجمہ

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے جنہوں نے نوح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا کہا کہ یہ شخص تم جیسا بشر ہے۔ یہ تجھید

فضیلت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو رسول بناتا۔ ہم نے یہ اپنے آباؤ اجداد میں نہیں سُنا۔ یہ شخص مجنون ہے کچھ وقت انتظار کرو۔ فیصلہ ہو جائیگا۔ یہ آیت بھی نوح علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اسی آیات میں ذرا وضاحت ہے کہ ان کے انکار کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو نبی بنا کر بھیجتا۔ اس کا بالتفصیل جواب آیت متعلقہ بشریت ۱ پڑھیں۔

بشریت کی چوتھی آیت ۴ — پ ۱۸ رکوع ۳

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ
الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝
وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

ترجمہ۔ کہا اُس جماعت نے جو نوح علیہ السلام کی قوم سے تھی جنہوں نے کفر کیا۔ اور آخرت کو جھٹلایا اور جنہیں ہم نے دنیا میں دولتمند بنایا ہے کہ یہ شخص تم جیسا بشر ہے تمہاری طرح کھاتا پیتا ہے۔ اگر تم اپنے بشر کی اطاعت کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ تشریح :- یہ آیت بھی نوح علیہ السلام کے متعلق ہے۔ اس میں بھی کفار کی چند باتوں کا ذکر ہے۔ ۱ نبوت نوح کا انکار۔ قیامت کا انکار۔ ۲ اللہ کی دی ہوئی نعمت کا نا شکر ہونا۔ ۳ نبی کو اپنے جیسے بشر سمجھنا۔ اس آیت میں انکارِ نبوت کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے یہ شخص تمہاری طرح کھاتا پیتا بشر ہے اور اپنے جیسے بشر کی اطاعت موجبِ خسارہ ہے۔ انکی یہ دلیل کہ یہ تمہاری طرح کھاتا پیتا بشر ہے یہ دلیل غلط ہے۔ ان کا گمان تھا کہ نبی حقیقت اور صورت دونوں لحاظ سے ملکی اور نوری ہوتا ہے حالانکہ نبی صورت کے لحاظ سے بشر ہوتا ہے۔ اس گمان غلط کی بنا پر کہ نوح علیہ السلام کو اپنے جیسے صورت میں دیکھ کر انکار کر بیٹھے۔ کفار نے جہاں بھی انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہا ہے وہ غلط گمان پر کیا ہے۔ ان کے نزدیک نبی صورت اور حقیقت دونوں لحاظ سے نوری ہونا چاہیئے تھا۔ چونکہ انبیاء اُن کی طرح کھاتے پیتے سوتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اُن کو انبیاء تسلیم نہ کیا۔ کیونکہ یہ اُن کی طرح کھاتے پیتے سوتے بشر ہیں۔ اُن کا یہ قول بھی غلط ہے کہ اپنے جیسے بشر کی اطاعت باعثِ خسارہ ہے

کیونکہ فطری طور پر ہر شخص کو کسی نہ کسی کی اطاعت کرنا پڑتی ہے اور یہ اطاعت باعثِ سعادت ہوتی ہے نہ کہ باعثِ خسارہ۔

بشریت کی آیت ۵

بشریت کی پانچویں آیت ۵ پ ۱۹ رکوع ۱۲ :-

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ

فَاْتِ بِاٰیَۃٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ترجمہ :-

قومِ صالح علیہ السلام نے کہا اے صالح تُو تو صرف جادو زدہ ہے ۔ اور تُو صرف ہم جیسا بشر ہے ۔ اگر تُو سچا ہے تو کوئی دلیل پیش کرو

تشریح :- صالح علیہ السلام کی قوم نے اِن کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ اے صالح تو جادو زدہ ہے ۔ تُو نبی نہیں ہے ہم جیسا بشر ہے تو دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے ۔ اگر سچا ہے تو کوئی دلیل پیش کرو ۔ اُن کا خیال بھی قومِ نُوح کی طرح یہ تھا ۔ کہ نبی بشر نہیں بن سکتا اور تم ہم جیسے بشر ہو تم کیسے نبی بن گئے ۔ نبی کیلئے تو صُورت اور حقیقت کے لحاظ سے نُوری ہونا چاہیئے ۔ تم تو ہماری طرح کھاتے پیتے بشر ہو اس کا جواب آیت ۱ اور ۲ میں گذر چکا ہے ۔

بشریت کی آیت ۶

بشریت کی چھٹی آیت :- پ ۱۹ رکوع ۱۴ :-

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ ترجمہ :-

قومِ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے شعیب تُو جادو زدہ ہے اور تو ہم جیسا بشر ہے ۔ اور ہم تجھے جھوٹا سمجھتے ہیں ۔

تشریح :- انبیاء علیہم السلام کی تمام اقوام کا یہی عقیدہ تھا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ فرشتہ ہونا چاہیئے ۔ یعنی حقیقت اور صُورت دونوں لحاظ سے نُوری ۔ اسی بنا پر سب نے انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہا اور اس غلط فہمی میں مُبتلا ہو کر انبیاء کا انکار کر بیٹھے ۔ انکے اس قول سے یہ قطعی طور پر دلیل نہیں بن سکتی کہ نبی صرف بشر ہوتے ہیں ۔ ان کی حقیقت نُوری نہیں ہوتی ۔ اگر ان کے قول کو صحیح مانا جائے تو نبی کو حقیقت اور صُورت دونوں لحاظ سے نُوری ہونا چاہیئے ۔ حالانکہ یہ فطرتِ الٰہیہ کے خلاف ہے ۔ چنانچہ یہ بحث آیت لو جعلناہ ملکا لجعلناہ بشراً میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو

بشریت کی آیت ۷

بشریت کی ساتویں آیت :- پ ۲۲ رکوع ۱۸ :-

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ

اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ۝ ترجمہ :-

اصحاب قریہ نے کہا کہ اے مدعیان نبوت تم تو صرف ہم جیسے بشر ہو اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز (نہ نبی اور نہ کتاب) نازل نہیں فرمائی۔ تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔ تشریح:۔ اس آیت میں بھی کفار کا وہی قول اور دعویٰ ہے کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا اور تم ہم جیسے بشر ہو پھر تم نبی ہونے کا کیسے دعویٰ کرتے ہو؟ یہ سات آیات ہیں جن میں انبیاء کی قوموں نے انبیاء کو بشر مثلکم یا بشر مثلنا کہا۔ ان سب آیات کا مطلب ایک ہی ہے کہ کافر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجنا ہوتا تو آسمان سے فرشتے نبی بنا کر بھیجتا۔ پہلی بات کہ اللہ نے نہ کوئی نبی بھیجا ہے اور نہ کوئی کتاب نازل فرمائی۔ اس کو پ ۲۲ رکوع ۱۸ میں ذکر کیا گیا۔ دیکھیں بشریت کی آیت ۷

قالوما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شیٔ

الا انتم الا تکذبون۔ ترجمہ اور تشریح پیچھے ملاحظہ ہو آیت ۷ گذشتہ صفحہ پر

دوسری بات کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہوتا تو آسمان سے فرشتے نازل کرتا۔ اس کا ذکر پ ۱۸ رکوع ۲ دیکھیں بشریت کی تیسری آیت۔ فقال الملاء الذین کفروا من قومہ ماھذا الا بشر

مثلکم یرید ان یتفضل علیکم ولو شاء اللہ لانزل

ملائکتہ ما سمعنا بھذا فی اباءنا الاولین۔ ترجمہ اور تشریح پیچھے دیکھیں بشریت کی تیسری ایت گذشتہ صفحہ۔ پہلی بات کی تردید اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے فرمائی۔ پ ۷ رکوع ۱۷

قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ نوروھدی للناس۔

اس قول کے قائلین دو قسم کے لوگ تھے ایک اہل علم اور دوسرے جہلاء اللہ تعالیٰ نے اہل علم کو خطاب کرکے فرمایا۔ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسیٰ۔ یارسول اللہ ان اہل علم کو کہو کہ تورات کو موسیٰ علیہ السلام پر کس نے نازل فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمایا۔ تو پھر تم کیوں کہتے ہو اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں فرمائی۔ یعنی تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ کیونکہ تم مانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر تورات نازل فرمائی ہے اور دوسری قسم جہلاء تو ان کو حکم ہوا۔ کہ تم خود علم نہیں رکھتے کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے یا نہیں تو اہل علم سے پوچھو۔ پ ۱۴ رکوع ۱۲ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

☆ ——— دُوسری بات کہ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجنا ہوتا تو فرشتے نازل فرماتا۔ ان
کے اس اعتراض کو اللہ تعالیٰ نے دُوسری جگہ یوں ذکر کیا۔ پ۱۵ رکوع ۱۱ وما منع الناس ان یومنوا اذجاءَ
ھم الھدیٰ الاّ ان قالوا ابعث اللہ بشراً رسولاً الآیۃ۔ ترجمہ جب لوگوں کے پاس ہدایت
آئی۔ تو انہیں ہدایت سے یعنی ایمان لانے سے کسی چیز نے نہ روکا مگر صرف اُن کے اس عقیدہ نے کہ اللہ تعالیٰ
نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی بشر کو رسول بنا کر نہیں بھیجتا۔ تشریح :۔ یعنی کفار کا عقیدہ
تھا کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیئے۔ جو حقیقت اور صورت میں نورانی ہو کیونکہ جو حقیقت اور صورت میں ہم جیسا بشر
ہوگا۔ وہ خود ہدایت یافتہ نہیں ہوگا۔ وہ دوسروں کو کیا ہدایت دے گا۔ ان کی یہ بات درحقیقت درست ہوتی۔
لیکن انہیں یہ خیال نہیں تھا۔ کہ فرشتہ سے وہ کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکیں گے۔ اور نہ اُس کی کلام سُن سکیں گے
اور نہ اُس کو دیکھ سکیں گے۔ تو پھر اُس کے نبی ہونے کا کیا فائدہ۔ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کی طرف
فرشتہ نبی بنا کر بھیجتے لیکن یہ خود بشر ہیں تو پھر ان کی طرف فرشتہ نبی بنا کر کیسے بھیجا جائے۔ اور فرشتہ کو
اگر نبی بنا کر ہم بھیجیں تو وہ مرد کی صورت میں آئیگا۔ تاکہ لوگ اُس کو دیکھ سکیں اور اُس کی کلام سُن سکیں پھر
جب وہ مرد کی صورت میں آئیگا۔ تو لوگ پھر کہیں گے۔ یہ تو مرد کہیں سے نبی بن کر آگیا ہے اور وہ پہلے والا اعتراض
شروع کر دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو نبی بنا کر بھیج دیا ہے۔ یہ ساری بحث پہلے گزر چکی ہے۔ دیکھیں مقدمہ
کی دُوسری فصل صفحہ۔

☆ ——— تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو کہ یہ ہم جیسے بشر ہیں رد فرمایا کہ تمہارا
یہ قول غلط ہے اس لئے کہ رسول اگر ہر لحاظ سے بشر ہو تو واقعی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ یہ تو نہ
ملائکہ سے کچھ اخذ کر سکیگا۔ اور نہ لوگوں کو ہدایت دے سکے گا۔ جب خود ان جیسا بشر ہے اور
اگر صورت کے لحاظ سے بشر نہ ہوگا تو لوگ اُس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکیں گے۔ لہٰذا رسول
حقیقت کے لحاظ سے نور ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے اخذ کر سکے اور صورت کے لحاظ سے بشر ہوگا
تاکہ لوگ اس سے اخذ کر سکیں فائدہ اُٹھا سکیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اس قول کو اس طرح رد فرمایا کہ
"یہ تم اپنے جیسا بشر سمجھ کر انکار کر رہے ہو یہ ہر لحاظ سے تمہاری طرح نہیں ہیں ان کی حقیقت

ذرائی ہے۔ عصیان خداوندی سے معصوم اور محفوظ ہیں۔ ان کی حقیقت تم جیسی نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے اخذ کر سکیں اور عصیان خداوندی میں مبتلاء ہو کر خود بھٹک جائیں۔ دوسروں کو کیا ہدایت دیں۔ اور صورت میں تم جیسے ہیں۔ تاکہ تم ان سے فائدہ اٹھا سکو۔ ان کو دیکھ سکو ان کی کلام سن سکو اور تم میں مل جل کر تمہیں پوری طرح رہبری کر سکیں۔

★ ——— کفار کے اس قول سے کہ (نبی ہم جیسے بشر ہیں) استدلال پکڑنا کہ نبی صرف بشر ہوتے ہیں نور نہیں ہوتے غلط استدلال ہوگا۔ کیونکہ غلط قول سے استدلال پکڑنا بھی غلط ہوتا ہے۔ اب ان آیات کا ترجمہ اور تشریح سنیئے جن میں انبیاء علیہم السلام نے اپنے بشر ہونے کا اعلان کیا ہے۔

پہلی آیت اعلان بشریت انبیاء کی طرف سے
پہلی آیت پ ۱۳ رکوع ۱۲۔

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ترجمہ۔

کافروں نے کہا نہیں تم مگر ہم جیسے بشر تم ہمیں اپنے اباء کے معبودوں سے روکنا چاہتے ہو۔ اس روکنے کے جواز میں کوئی قوی حجت پیش کرو۔ تو رسولوں نے ان کے جواب میں فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عظیم انعام فرمایا ہے جو انعام تمہیں حاصل نہیں اور ہم معجزہ اور حجت قوی اسی وقت لاتے ہیں جب ہمیں اللہ کا حکم ہو۔ باقی تم جو کہتے ہو کہ تم مدعی نبوت ہم جیسے بشر ہو یہ ٹھیک ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم بشر ہیں لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسان عظیم ہے جو تم پر نہیں۔ وہ یہ کہ ہمیں نوری بنا کر نبوت اور رسالت عطا کی گئی ہے۔ جس کیلئے روحانی اور بشری صلاحیت ہونی چاہیئے۔ ہمیں نوری بنا کر نبوت اور رسالت کا اہل بنایا ہے ہم نور ہونے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ سے اخذ کر کے بشری ہونے کے لحاظ سے عام انسانوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا اللہ تعالیٰ اور مخلوق دونوں کے ساتھ اتحاد ہے۔ ہماری حقیقت نور ملک ہے۔ ہم ملائکہ اور

اللہ تعالیٰ سے ہدایت اخذ کر سکتے ہیں کیونکہ نوری ہونے کے لحاظ سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ہے اور ظاہر بشری ہونے کے لحاظ سے ہمیں عام انسانوں کے ساتھ اتحاد ہے اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے اخذ کردہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارا ظاہر بشری ہے اس لئے ہم تم جیسے بشر ہیں اور من خداوندی احسان الٰہی کے لحاظ سے نوری ہو کر تم سے فوقیت رکھتے ہیں اور تمہارے رہبر ہیں۔

دوسری ایت اعلان بشریت :۔ پ ۱۶ رکوع ۳

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما

الٰھکم الٰہ واحد ۔ ترجمہ

اعلان کر دو ۔ میں تمہاری طرح بشر ہوں ۔ میری طرف وحی ہوتی ہے ۔ کہ تمہارا معبود ایک ہے ۔ تشریح :۔ آنحضور کو حکم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بشر ہونے کا اعلان کریں ۔ لیکن ساتھ یہ بھی اعلان کریں کہ میں رسول بھی ہوں مجھ پر وحی ہوتی ہے ۔ منجملہ وحی سے ایک یہ وحی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے ۔ تم رسول نہیں ہو اور تم پر وحی نہیں ہوتی وحی کو رسول اخذ کر سکتا ہے کیونکہ باوجود صورت بشری کے میری حقیقت نوری ہے ۔ اس لئے میں وحی اخذ کر سکتا ہوں تم بشر محض ہو تم وحی اخذ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ۔ میری صورت بشری ہے اس لئے تم بھی مجھ سے اخذ کر سکتے اگر میری صورت بھی نوری ہوتی تو تم مجھ سے کچھ اخذ نہ کر سکتے اس لئے میں تمہیں وحی بھی سنا سکتا ہوں ۔ اور تمہاری طرح بشر ہونے کا اعلان بھی کر سکتا ہوں ۔

تیسری ایت اعلان بشریت : پ ۲۴ رکوع ۱۵

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما

الٰھکم الٰہ واحد ۔ ترجمہ

یہ بعینہٖ پہلی ایت کی طرح ترجمہ اور تشریح رکھتی ہے ۔ اسی طرح دو اور آئتیں ہیں جن کا سمجھنا بھی ضروری ہے ۔

دو اور آئتیں پہلی کی تشریح : پہلی آیت پ ۱۵ رکوع ۱۰

قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا ۔

ترجمہ۔ اعلان کرو و میرا پروردگار پاک ہے۔ میں صرف ایک بشر رسول ہوں۔ تشریح :۔ اس آیت میں بھی بشریت کا اعلان ہے۔ یہ اعلان بشریت کی چوتھی آیت ہے۔ ان چاروں میں مطلق بشریت کا اعلان نہیں بلکہ مقید بارسالت اور مقید باوحی ہے۔ بشر مقید بارسالت نورانی ہوتا ہے۔ اسی طرح بشر یوحیٰ الیہ بھی نورانی ہوتا ہے۔ اس کی صورت صرف بشری ہوتی ہے۔ کیونکہ بشر محض اللہ تعالیٰ اور فرشتہ سے کچھ اخذ نہیں کر سکتا۔ وحی اور رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ بلواسطہ جبرئیلؑ یا بلاواسطہ جبرئیلؑ بشر محض نہ فرشتہ جبرئیلؑ سے وحی اخذ کر سکتا ہے اور نہ خود اللہ تعالیٰ سے تو جو بشر رسالت اور وحی کے ساتھ مقید ہے وہ حقیقت میں نورانی ہے اور صورت میں بشر ہے۔ کفار کے عقیدے کے مطابق چونکہ نبی مَلک یعنی فرشتہ ہونا چاہیئے۔ اس لئے انہوں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر تم رسول ہو تو مندرجہ ذیل امور میں سے کوئی امر کر کے دکھاؤ۔ ۱۔ زمین سے چشمہ اُبلتا ہوا نکال دو۔ ۲۔ یا ایک باغ بنا کر دکھادو جس میں نہریں بہتی ہوں کھجور اور انگور کے درخت ہوں۔ ۳۔ یا آسمان توڑ کر ہمارے اوپر گرادو۔ ۴۔ یا اللہ اور اُس کے فرشتے ہمارے سامنے لاکھڑا کر دو۔ ۵۔ یا ایک سونے کا گھر اپنے لئے بنا دو۔ ۶۔ یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ۔ ۷۔ یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک مکمل لکھی ہوئی کتاب ہمارے پاس لے آؤ۔ تاکہ ہم سے پڑھیں۔ ان مطالبات کے رد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تو صرف بشر رسول ہوں یہ چیزیں میرے بس کا روگ نہیں۔ میں تو صرف بشر اور رسول ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور تمہارے درمیان واسطہ ہوں۔ بحقیقت نوری کے سبب اللہ تعالیٰ سے وحی اخذ کرتا ہوں۔ اور صورت بشری کے لحاظ سے تم مجھ سے وحی اخذ کرتے ہو۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو استفادہ اور افادہ ختم ہو کر رہ جاتا۔ میں خدا نہیں ہوں کہ تمہارے الٹے مطالبات پورے کر دکھاؤں سبحان ربی۔ یہ مطالبات صرف میرا رب سبحانہ پورے کر سکتا ہے۔ میں تو صرف تم تک احکام خداوندی پہنچانے کا ذریعہ ہوں۔

دوسری آیت کی تشریح :۔

پ ۱۵ رکوع ۱۰

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۰ قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا

عَلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ ترجمہ

لوگوں کو ایمان لانے سے صرف یہ چیز ہی روکے ہوئے ہے کہ جب انہیں ہدایت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسُول بنا کر بھیجا ہے۔ کہو اگر زمین پر فرشتے آرام سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتہ نبی بنا کر بھیجتے۔ تشریح:۔ یہ ایت پہلے دو دفعہ گذر چکی ہے۔ مزید وضاحت کیلئے سُنیئے۔ کہ رسُول کی دو جہتیں ہوتی ہیں۔ ایک جہت اللہ اور فرشتہ جبرئیل کی طرف اور دوسری جہت اُمت کی طرف۔ اگر اُمت بشر ہے تو اس کی صُورت بشری ہوگی تاکہ اُمت اس سے فائدہ حاصل کر سکے اور اگر بالفرض اُمت فرشتے ہیں تو رسُول فرشتہ ہونا چاہیئے تاکہ فرشتے اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ زمین میں بشر بس رہے ہیں۔ لہٰذا فرشتہ ان کی طرف رسُول بن کر نہیں آسکتا۔

☆ ——— بشر محض فرشتوں سے کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نور محض بشر کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ اس لئے بشر محض اور نور محض میں واسطہ درکار ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے درمیان اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان جبرئیل کی ضرورت نہ ہوتی پھر جبرئیل اور اُمت کے درمیان انبیاء علیہم السلام واسطہ بنائے گئے اور انہیں حقیقت کے لحاظ سے نوری بنایا گیا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور فرشتہ جبرئیل سے وحی اخذ کر سکیں۔ اور صورت کے لحاظ سے بشر بنایا گیا تاکہ اُمت جو بشر محض ہے ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ اب یہ مسئلہ واضح ہو گیا کہ انبیاء علیہم السلام ہم جیسے بشر نہیں ہیں کیونکہ ہم بشر محض ہیں اور انبیاء علیہم السلام من وجہ نور ہیں اور من وجہ بشر ہیں۔ اس لئے صُورت کے لحاظ سے چونکہ بشر تھے اس لئے انہوں نے انا بشر مثلکم کہا۔ تو انبیاء صرف صُورت کے لحاظ سے بشر ہیں حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں۔ تو انبیاء ہر لحاظ سے ہم جیسے نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر سمجھنا اُن کی توہین ہے اور توہین انبیاء کفر ہے جیسے کہ بشریت کی آیت ۲ میں واسروا النجوی الذین ظلموا ہل ھذا الا بشر مثلکم اپنے جیسا نبیوں کو سمجھنا ظلم ہے یعنی کفر ہے۔

الفصل الرابع

چوتھی فصل نُورانیت کا اعلان

اعلان ۲

لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

پ ۶ رکوع ۷ ترجمہ :۔ یقیناً آچکا ہے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف نور اور کتاب وضاحت کرنے والی۔

قال امام المفسرین ابن جریر یعنی بالنور محمدا صلے

اللہ علیہ وسلم الذی انار اللہ بہ الحق واظہر

بہ الاسلام ومحق بہ الشرک فھو نور لمن

استنار بہ ۔ ترجمہ :۔

امام المفسرین ابن جریر نے کہا ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کیا اور اسلام کو ظاہر فرمایا۔ اور شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور نور ہیں مگر اس کیلئے جو اس نور سے دل کو روشن کرنا چاہے۔ تفسیر عبداللہ بن عباس صفحہ ۷۲ جلالین شریف صفحہ ۹۵ الصادی علی الجلالین صفحہ ۲۳۹، تفسیر روح المعانی وغیرہ۔ محققین، مفسرین اس نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے رہے ہیں۔ اور قرآن مجید کے سیاق و سباق سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ یہ آیت سورۃ مائدہ کے تیسرے رکوع میں ہے۔ کم ضمیر کے مخاطبین، یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اس رکوع میں یہود اور نصاریٰ کے میثاق کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے تین باتوں کا واضح طور پر میثاق لیا کہ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا۔ اور میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لانا۔ رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کا میثاق وہی میثاق ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام سے قبل پیدائش آدم لیا گیا۔ واذاخذنا میثاق النبیین الایۃ۔ دُنیا میں اہل کتاب سے میثاق لینا اس میثاق کی تجدید ہے۔ دُنیا میں بنی اسرائیل سے میثاق لینے کے بعد آنحضور کے دُنیا میں مبعوث ہونے کے وقت بنی اسرائیل کو یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ میرے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کا عہد تم کرچکے ہو اب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ۔ یا اہل الکتاب لقد جاءکم من اللہ نور ۔ اس ایک رکوع میں چار دفعہ آیا ہے۔ اور خطاب بنی اسرائیل ہی کو ہے۔ ان کے درمیان کوئی حرف عطف نہیں۔ بلکہ بغیر حرف عطف کے چار دفعہ قد جاءکم کا لفظ آیا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فقرہ بطور تاکید لفظی چار دفعہ لایا گیا ہے۔ فقرہ میں فعل، فاعل، مفعول صراحتہً ذکر ہیں۔ کم ضمیر مفعول بہ ہے مخاطبین اہل کتاب ہیں اور فعل چار دفعہ قد جاء بغیر عطف مذکور ہے۔ پہلی اور تیسری جگہ فاعل رسولنا ہے اور چوتھی جگہ بشیر و نذیر ہے۔ اور دوسری جگہ درمیان میں نور فاعل ہے۔ اب

اس سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ جس طرح تین جگہ فاعل رسول اور رسول بشیر ہے ۔ چوتھی جگہ نور سے
مراد رسول ہی ہے کیونکہ تاکید اور مؤکد کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے ۔ تو جو فاعل اول اور آخر میں ہے وہی شخصیت درمیان میں از سے
بھی مراد ہے ۔ یعنی اسے اہل کتاب وہ رسول آچکا ہے ۔ جو نور ہے جو بشیر ہے جو نذیر ہے ۔ چار دفعہ اہل کتاب کو خطاب
بطور تاکید کیا گیا ۔ کہ وہ رسول جس کے ساتھ ایمان لانے کا تم عہد پیدائش آدم سے پہلے اور دنیا میں آنحضرت کی پیدائش
سے پہلے کر چکے ہو وہ رسول جو نور اور بشیر و نذیر ہے آچکا ہے ۔ اس کے ساتھ ایمان لاؤ ۔ چونکہ اخذ میثاق کے وقت
آپکی حقیقت نور تھی اس لئے اسے نور کے ساتھ ذکر کیا گیا ۔

نور سے مراد کتاب مبین نہیں ۔ غلط ہے ۔

(پہلی وجہ)

بعض لوگوں نے نور و کتاب مبین میں واؤ عطف تفسیری بنائی ہے ۔ یہ
غلط ہے (۱) یہ تفسیر بالرائی ہے کیونکہ حضرت ابن عباس حبر امت محمدیہ ہیں وہ نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ
وسلم لے رہے ہیں ۔ جہاں قرآن کی تفسیر نقل سے ثابت ہو وہاں عقل سے تفسیر ناجائز ہے ۔ دیکھیں تفسیر ابن
عباس ص ۷۲ (دوسری وجہ) واؤ کا حقیقی معنی عطف ہے اور عطف مغائرت کیلئے ہوتا ہے
یعنی واؤ کا ماقبل اور مابعد آپس میں مغائر ہوتے ہیں ۔ جاء زید و عمرو ۔ یہاں زید اور عمر دو
علیحدہ علیحدہ مغائر حقیقتیں ہیں ایک نہیں ہو سکتیں ۔ اسی طرح نور و کتاب مبین میں نور اور کتاب
دو متغائر حقیقتیں ہونگی نہ کہ ایک کتاب ۔ حقیقی معنی اس وقت چھوڑا جاتا ہے جب حقیقت محال یا متعذر
ہو ۔ جب یہاں نقل سے ثابت ہے کہ عطف مغائرت کیلئے ہے نور سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم
ہیں ۔ اور کتاب سے قرآن مجید ہے تو پھر حقیقت چھوڑ کر مجازی معنے سوائے ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہیں ۔ اب
معنی یہ ہوگا کہ اے اہل کتاب وہ نور محمدی جس کے ساتھ ایمان لانے کا وعدہ انبیاء علیہم السلام
سے چکے ہیں ۔ اور تم دنیا میں کر چکے ہو وہ رسول سراپا نور آچکا ہے ۔ اس کے ساتھ ایمان لاؤ ۔ پس
و پیش مت کرو ۔ (تیسری وجہ) اگر نور سے مراد کتاب لی جائے اور آنحضرت ؐ کا ذکر ہی نہ ہو تو
کتاب بغیر رسول نور بن ہی نہیں سکتی ۔ کتاب نور اسی وقت بن سکتی ہے ۔ کہ مشکاۃ نبوی سے نکل کر آئی

ہے۔ اور نورِ الٰہی سے اُتری ہے۔ کتاب اللہ تعالیٰ کی کلام نفسی ہے۔ اور رسول کی کلام لفظی ہے۔ کلام کی عظمت مُتکلم سے ہوتی ہے۔ کتاب بنفسِ خود مُبین نہیں بن سکتی۔ لہٰذا ایت میں نُور سے مُراد نورِ محمدی ہے جیساکہ الشفاء قاضی عیاض حصہ اول اور صفحہ ۱ پر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ اللہ نورُ السموات والارض مثل نورہ

کمشکاۃ فیہا مصباح الایۃ۔ قال کعب الاحبار وابن

جبیر المراد بالنور الثانی ھنا نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم

ای مثل نورہ ای مثل نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ

اللہ تعالیٰ کی کلام اللہ نورُ السموات والارض الایۃ سورۃ نور پ۱۸ میں دوسرے نور سے مُراد نورِ محمدی ہے

پھر صفحہ ۱۱ پر تحریر ہے۔ قد سماہ اللہ تعالیٰ فی القرآن فی غیر ھذا الموضع نورا و

سراجاً منیرا وقال لقد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین

وقال اللہ تعالیٰ انا ارسلناک شاھدا ومُبشرا ونذیرا و

داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ ترجمہ

قد جاءکم نور سے مُراد نورِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسم بامسمیٰ ہیں۔ بلکہ اس فقیر کی رائے یہ ہے۔ نور سے مُراد بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مُراد بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا خُلقہُ القرآنُ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل قرآن کے مُطابق ہے۔ جو عمل آپ کرتے ہیں وہ قرآن کا حکم ہے اور جس سے آپ رُکتے ہیں وہ قرآن کی نہی ہے۔ آپکی ہر حرکت مثبت اور ہر حرکت منفی عین قرآن ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اے اہل کتاب تمہارے پاس وہ رسول آگیا ہے۔ جو مجسمہ قرآن ہے ان کا ہر عمل قرآن کی تفسیر ہے۔ جو کچھ آپ کرتے ہیں وہ قرآن کا امر ہے۔ اور جو کچھ آپ چھوڑتے ہیں وہ مناہی قرآن ہیں یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نورٌ اور علی کتاب مُبین ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ با این ہمہ اس آیت لفظِ نور میں کوئی نزاع حقیقی نہیں۔ بلکہ نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ جو لوگ نور سے مُراد کتاب مبین لیتے ہیں اور عطف تفسیری بناتے ہیں وہ بھی نور کا اطلاق آنحضرت پر کرنے سے انکار نہیں کرتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے نزدیک بھی بطور ہدایت نور ہیں۔ اور جو لوگ نور سے مراد نورِ محمدی لیتے ہیں وہ بھی کتاب مبین پر نور کا اطلاق کرنے سے گریز نہیں کرتے کیونکہ کتاب مبین بطور ہدایت نور ہے۔ دراصل حقیقی نزاع اس میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے یا صورت کی طرح حقیقت بھی بشری ہے تحقیق یہ ہے کہ ذاتِ اقدس سراپا نور ہے اگرچہ ظاہری صورت بشری ہے۔

ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کی مخلوق ہیں۔ لیکن بندہ ہونا اور نورانی ہونا آپس میں کوئی ضد نہیں۔ عبد اور نور میں نسبت عام وخاص من وجہ ہے فرشتہ مادہ اجتماعی ہیں یعنی فرشتے عباد بھی ہیں اور نور بھی جیسے قرآن میں ہے۔ بل عباد مکرمون کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے باکرامت بندے ہیں۔ زید، عمر، بکر بندے ہیں۔ ایک مادہ انفرادی لیکن نور نہیں۔ ضوءِ قمر نور ہے دوسرا مادہ افتراقی لیکن عبد نہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور بھی ہیں اور عبد بھی ہیں یہ مادہ اجتماعی ہے عبد اور نور میں کوئی تضاد نہیں۔

بشری اثرات

بشری اثرات :۔ بشریت کے لحاظ سے آپ بطن آمنہ سے پیدا ہوئے آپ ہماری طرح سردی گرمی محسوس کرتے۔ آپ کھاتے اور پیتے تھے۔ بھوک اور پیاس کا احساس ہوتا۔ آپ نے شادیاں کیں۔ اولاد بھی ہوئی۔ غصہ، گھبراہٹ بھی آپ پر طاری ہوتا۔ تھکاوٹ اور کمزوری بدن محسوس کرتے۔ آپ گھوڑے سے گر کر زخمی بھی ہوئے۔ کفار نے آپکو زخمی کیا۔ آپکے سامنے کے دانت بھی شہید ہوئے۔ آپ کو زہر بھی دی گئی۔ آپ پر جادو بھی ہوا۔ آپ نے دوا بھی کھائی آپ نے پچھنے بھی لگائے۔ یہ سب عوارضات بشری ہیں۔

نورانی اثرات

☆ ——— نور ہونے کے اثرات۔ جس طرح آپ سامنے دیکھتے پیچھے بھی دیکھتے۔ مشکاۃ

باب تسویۃ الصفوف حدیث انسؓ۔ آپکی آنکھیں سوتیں اور دل جاگتا۔ الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹۔ اسی لئے آپکی

نیند ناقض وضوء نہ تھی۔ آپ وصالاً روزے رکھتے۔ کئی دن متواتر نہ کھاتے اور نہ پیتے۔ فرماتے مجھے

اللہ کھلاتا پلاتا ہے۔ الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹۔ آپ کا پسینہ مشک کی مہک رکھتا تھا۔ خصائص کبریٰ جلد

اول صفحہ ۶۶۔ آپکا خون پاک تھا۔ الخصائص کبریٰ جلد اول صفحہ ۶۸۔ آپ کا پیشاب پاک تھا۔ الخصائص

الکبریٰ صفحہ ۶۸ جلد اول۔ آپ کا سایہ نہ تھا الشفاء حصہ اول صفحہ ۲۴۲۔ آپکے بدن کی بو کستوری سے زیادہ خوشبو تھی

الخصائص الکبریٰ جلد اول صفحہ ۶۶۔ آپ اندھیرے میں بھی اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھتے۔ الوفاء صفحہ ۲۴۲

آپ نسیان سے محفوظ تھے۔ اگر آپ کبھی وقت نسیان طاری ہوا تو وہ نسیان نہ تھا بلکہ وہ انساء تھا۔ تاکہ امت

کو اسی طرح تعلیم دی جائے۔ الشفاء حصہ دوم صفحہ ۱۵۹۔ آپ کا بول و براز زمین پر گرتے ہی زمین نگل جاتی۔

گویا ایسی خوشبو اٹھتی جیسے وہاں کستوری چھڑک دی گئی ہو۔ آپکے لباس اور بدن پر مکھی نہ بیٹھتی۔ آپکو جمائی

کبھی نہیں آتی۔ آپکی آواز، آپکی سماعت آپکی رویت بشری طاقتوں سے بالاتر تھی۔ آپکی رفتار خلافِ معمول تھی۔

آپ احتلام سے محفوظ تھے۔ آپکی قوتِ گرفت اور قوتِ مردمی چالیس مردوں جیسی تھی۔ تمام بنی آدم

کی عقل آپکی عقل سے وہ نسبت رکھتی تھی جو ریت کے ایک ذرے کو پورے صحراء سے ہے۔ یہ سب اثرات

الخصائص الکبریٰ حصہ اول صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۸۔ جب آنحضرت کا نور حضرت عبد المطلب کے عنصر اطہر میں تھا

تو ان کے بدن سے کستوری کی بو اٹھتی۔ نشر الطیب۔ جب ابرہہ نے خانہ کعبہ گرانے کی نیت سے صحرائے مکہ میں خیمے

ڈالے تو حضرت عبد المطلب نے خانہ کعبہ پر نظر ڈالی تو آپکی آنکھوں سے ایک ہلالی نور نکلا جو اپنی شعاعیں خانہ کعبہ پر بکھیرنے

لگا جس سے سارا کعبہ روشن ہو گیا۔ نشر الطیب۔ جب آنحضرت شکم مادر میں منتقل ہوئے۔ تو شروع حمل سے تا ولادت حضرت آمنہ

تکالیفِ حمل اور دردِ زہ سے محفوظ رہے۔ نشر الطیب۔ آپکا جھولا بچپن میں فرشتے ہلاتے۔ نشر الطیب

زمانہ رضاعت کے بعد جب آپ ابھی حلیمہ سعدیہ کے گھر تھے تو اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دوپہر

کو باہر نکلتے تو باہر جانے اور واپسی تک بادلوں نے آپ پر سایہ کیا۔ نشر الطیب۔ آپ کے نزدیک قریب

و بعد یکساں تھا۔ دونوں حالتوں میں نظر ایک جیسا دیکھتی۔ نجاشی کی میت کو دیکھ کر جنازہ پڑھایا

آپ مدینہ میں تھے اور نجاشی کی میت حبشہ میں تھی۔ مکہ میں بیٹھ کر بیت المقدس کو دیکھتے رہے ۔ ثریا کے گیارہ ستارے
آپکو صاف نظر آتے ۔ مسجد نبوی بناتے وقت خانہ کعبہ کو دیکھتے رہے ۔ چلتے وقت زمین آپکے سامنے لپٹ جاتی ۔ ابو
رکانہ پہلوان جو عرب کا مشہور پہلوان تھا اُس کو آپ نے تین دفعہ گرایا۔ نشر الطیب ۔ سفر میں آپکے ساتھی تھک جاتے
اور آپکو تھکان نہ ہوتی۔ شب معراج میں آپ حرم کعبہ میں لیٹے ہیں ۔ فرشتے آتے ہیں آپکو اُٹھائے جاتے ہیں ۔ اور
چشمہ زمزم پر لے جاتے ہیں ۔ اور آپکی پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں ۔ جبرئیل آپکے سینہ کو شروع سینہ سے انتہائے پیٹ تک
چاک کرتے ہیں ۔ اور سینہ سے دل نکال لیتے ہیں نہ کوئی آلہ استعمال ہوا نہ خون بہا ۔ نہ درد ہوا ۔ دل کو طشت میں رکھ کر
ماء زمزم سے تین دفعہ دھویا آپ صحیح سلامت ہیں ۔ سب ماجرا دیکھ رہے ہیں اور زبانی سناتے ہیں ۔ دل نکالنے
کے باوجود زندہ ہیں ۔ نہ درد ہے نہ کمی خون ہے اور نہ ہی خطرہ جان ہے ۔ بغیر آلہ اپریشن کیسے ہوا ۔ نہ خون بہا
نہ درد ہوا ۔ دل علیحدہ پڑا ہے ۔ آپ پہلے کی طرح اسی حالت میں ہیں گویا اپریشن ہوا ہی نہیں ۔ ہوش و حواس سلامت
ہیں ۔ سرجری خود سنتے ہیں ۔ کیا یہ بشری طاقت ہے ہرگز نہیں ۔ یہ سب نورانیت ہے ۔ روح المعانی واقعہ معراج
مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک رات کو سفر ہوتا ہے ۔ صبح مکہ میں اعلان سفر ہوا ۔ کافر لوگ مسجد اقصیٰ کا نقشہ دریافت کرتے ہیں
مسجد حرام میں بیٹھے مسجد اقصیٰ دیکھ رہے ہیں جو سوال ہوتا ہے اُس کا صحیح جواب ملتا ہے ۔ جو لوگ مسجد اقصیٰ کو پہچاننے والے
ہیں اطمینان سے تصدیق کرتے ہیں ۔ کہ مسجد اقصیٰ کا تعارف بالکل درست ہے یہ بھی اثرات نورانیت سے ہیں مسجد اقصیٰ
کے صحیح تعارف کے بعد کافر مطمئن ہو کر پوچھتے ہیں ہمارا ایک تجارتی قافلہ شام کو گیا ہوا ہے ۔ ہمیں اُس کی خیریت بہت
اہم ہے ۔ ذرا اُس کی بھی اطلاع دیجئے ۔ فرمایا میں اُن کے قریب سے گذرا وہ مقام روحاء میں تھے ۔ اُن کا ایک اونٹ
گم ہو گیا تھا ۔ اُسے تلاش کر رہے تھے ۔ اُن کے سامان میں ایک بڑا برتن تھا جس میں پانی تھا مجھے پیاس تھی میں نے
پیا اور پیالہ برتن وہاں ہی رکھ دیا ۔ قافلہ سے یہ بھی دریافت کر لینا ۔ پھر فرمایا میں فلاں قافلہ کے قریب سے گزرا ۔ اُن میں
دو آدمی سوار تھے ۔ اُن کا اونٹ مجھ سے ڈرا اور بھاگا ۔ گرنے سے انہیں چوٹ آئی ۔ یہ بھی اُن سے پوچھ لینا ۔ پھر
کفار نے ایک قافلہ کی تعداد، سواری اور حالت دریافت کی تو آپ نے اُسی وقت انہیں ملاحظہ فرمایا اور بتایا
کہ اتنے آدمی ہیں ۔ اتنی سواریاں ہیں اور اب اس حالت میں ہیں ۔ اور فرمایا فلاں دن سورج نکلتے وقت وہ
یہاں پہنچ جائیں گے ۔ پہنچتے وقت فلاں اونٹ اس کا حلیہ اور نشان یہ ہیں ان کے آگے ہوگا ۔ تو کفار اُس دن

سورج نکلنے کے قریب گھاٹی پر پہنچے ۔ سورج کو دیکھنے لگے ۔ اور قافلہ کو بھی ایک نے کہا وہ سورج چڑھ آیا ۔ دوسرے نے کہا وہ قافلہ بھی آنکلا ۔ اُن کے آگے وہ اونٹ تھا جس کی پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھی ۔ روح المعانی واقعہ معراج یہ سب کچھ کیا تھا آثار نورانیت سے تھا ۔

اثرات بشری

اثرات ۱ یعنی بشری اثرات یہ ایسے عوارضات ہیں ۔ کہ اُن کی مقتضی طبیعت حیوانی انسانی ہوتی ہے ۔ ہر ذی عقل سمجھتا ہے کہ ان عوارضات کی علت باعثہ طبیعت حیوانیہ انسانیہ ہے مثلاً کھانا، پینا، سونا ان کا اقتضاء طبیعت حیوانیہ انسانیہ ہے اور ہر انسان کو اُن کا شعور ہوتا ہے ۔ لہٰذا ایسے عوارضات کا وجود اس امر کی دلیل ہے کہ آنحضرتؐ کی صورت بشری ہے صورت نورانی نہیں ورنہ یہ عوارضات آپ پر طاری نہ ہوتے

اثرات نورانی

اثرات ۲ یعنی نورانی اثرات یہ ایسے عوارضات ہیں کہ انہیں طبیعت حیوانیہ انسانیہ نہیں چاہتی اور نہ ہی عوارضات اُس کی طاقت میں ہیں ۔ مثلاً طبیعت حیوانیہ انسانیہ پس پشت نہیں دیکھ سکتی کئی دن بھوک پیاس برداشت نہیں کرسکتی ۔ جب اس قسم کے عوارضات پیش آتے ہیں تو عقل انسانی متعجب ہوتی ہے کہ یہ کیسے عوارضات ہیں کہ انسانی قدرت سے باہر ہیں ۔ اور وہ انسان پر طاری ہوتے ہیں ۔ جب اس قسم کے عوارضات آنحضرت کی ذات اقدس پر طاری ہوتے ہیں تو کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی طاقت ہے جو ماوراء طاقت بشری ہے ۔ وہ کون سی طاقت ہے ؟ وہ حقیقت نوری ہے جو اِن سب عوارضات کا سبب بن رہی ہے ۔ لہٰذا مجبوراً کہنا پڑیگا ۔ کہ آنحضرت کی حقیقت بشری نہیں ورنہ یہ عوارضات کیسے ظہور پذیر ہوتے ۔

سوال :- اصحاب کہف ۳۰۹ سال غار میں سوئے رہے نہ کھایا اور نہ پیا ۔ کیا انکی حقیقت نوری تھی؟ حالانکہ وہ انبیاء نہیں تھے ۔

الجواب :- خرق عادت اگر فعل نبی سے سرزد ہو تو اُسے معجزہ کہا جاتا ہے ۔ اور اگر اُس کے اُمتی سے سرزد ہو تو اُسے کرامت کہا جاتا ہے ۔ اُمتی کی کرامت اصل نبی کا معجزہ ہوتا ہے ۔ اُمتی کو بذات خود یہ کرامت حاصل نہیں ہوتی ۔ کیونکہ کرامت کا سبب اس کا نبی ہوتا ہے ۔ اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال غار میں بغیر کھائے

اندر بھی زندہ رہنا اُن کی نورانیت کی دلیل نہیں۔ بلکہ نبی کے نورانی ہونے کے آثار ہیں۔ ان کا اظہار صرف اُن کے وجود سے ہوا۔ اسی طرح کسی بھی شخص میں اگر یہ خوارِ صفات پائے جائینگے تو یہ اسکی نورانیت کے آثار نہ ہوں گے۔ بلکہ اُس کے نبی کی نورانیت کے آثار ہونگے جیسے سلیمان علیہ السلام کے امتی آصف بن برخیا پر عرش بلقیس لانے میں خارق عادت پیش آیا۔ دراصل یہ معجزہ سلیمان علیہ السلام کا تھا اور اُن کے اُمتی کے وجود سے رونما ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے رات کو دو صحابی اُٹھتے ہیں اُن کے ہاتھوں میں عصاء تھے۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے باہر آئے تو ایک عصاء نورانی ہوگیا جس کی روشنی میں دونوں چلتے رہے۔ آگے چل کر وہ علیحدہ ہوئے تو دوسرا عصاء بھی منور ہوگیا۔ اور دونوں اپنے عصاء کی روشنی میں گھر پہنچے۔ دراصل یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کا اثر تھا جو ان کے عصاء میں ظاہر ہوا۔

خاتم الکتاب

خاتمہ کتاب جزء اوّل ۱

جزء اوّل :۔ خلاصۃ المرام آنکہ نورِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی تخلیق پوری کائنات سے پہلے ہوئی۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَوَّلُ مَاخَلَقَ نُوْرِیْ زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۷۔ نورِ محمدی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا مِنْ نُوْرِہٖ کا لفظ متشابہات سے ہے۔ لایعلم تاویلہ الا اللہ۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا قول ہے پ ۱۴ رکوع ۳ فاذا نفخت فیہ من روحی۔ اس قول میں من روحی یعنی جب میں آدم میں اپنی روح سے روح پھونکوں جس طرح یہاں مِنْ رُوْحِیْ متشابہات سے ہے۔ اسی طرح من نور اللہ بھی متشابہات سے ہے۔ آیت کا معنی۔ اے فرشتو جب میں آدم میں اپنی روح سے روح پھونکوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ کرنا۔ دوسری مثال پ ۲۸۔ رکوع۔ فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا۔ ترجمہ۔ ہم نے مریم کے پیٹ میں اپنے روح سے روح پھونکی تو یہ تینوں لفظ ۱ مِنْ نُوْرِ اللہ ۲ مِنْ رُّوْحِیْ ۳ مِنْ رُّوْحِنَا متشابہات سے ہیں۔ ان کی تاویل اللہ تعالیٰ خود ہی جانتے ہیں۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضور کے نور کو آدم علیہ السلام کی روح کو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو پیدا کیا ہے۔ اس سے مزید بفضل اللہ تعالیٰ

جانتے ہیں۔ اس حدیث کو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ میں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اور اس کو انہوں نے صحیح کہا ہے۔ اس لئے یہ حدیث ہمارے لئے متمسک بہ ہے ہم اس حدیث کو بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اس حدیث کو رد کرنا گویا عبدالحق محدث دہلوی کی شخصیت کو رد کرنا ہے۔ قصرِ حدیث میں اُن کی شخصیت ستون کی ہے۔ اُن کی شخصیت کو رد کرنا قصرِ حدیث کو گرانا ہے فنِ حدیث میں اُن کی مثال ہندوستان بھر میں نہیں ملتی۔ دوسری حدیث مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے اپنی کتاب نشر الطیب میں کتاب سیرت المواہب سے نقل کی ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ نشر الطیب صفحہ ۱۳ حاشیہ ۲ یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ۔ ترجمہ۔ اے جابر اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ مولانا موصوف نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ مولانا موصوف بھی ہندوستان میں بلند پایہ علم رکھتے تھے۔ اُنکی نقل کردہ حدیث بھی حدیث صحیح ہے اس کا انکار بھی ممکن نہیں۔ وہی شخص انکار کریگا۔ جو بصیرت میں اَبلہ اور بصارت میں اندھا ہے۔ ان دونوں حضرات نے اپنی کتاب میں واضح طور پر لکھا ہے۔ کہ ساری کائنات سے پہلے نورِ محمدی کی تخلیق ہوئی۔ نہ اُس وقت عرش تھا نہ کرسی نہ لوح اور نہ قلم اور نہ فرشتے۔ پھر نورِ محمدی سے ان اشیاء مذکورہ کو پیدا کیا۔ یعنی نورِ محمدی سے لوح و قلم پیدا ہوا۔ ان اشیاء سے بہت عرصہ بعد آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ جس طرح آدم علیہ السلام سے پہلے عرش و کرسی، لوح و قلم پیدا ہو چکے تھے۔ اسی طرح نورِ محمد بھی پہلے موجود اور پیدا ہو چکا تھا جس طرح ان اشیاء کے وجود کا آدم علیہ السلام سے پہلے انکار ناممکن ہے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام سے پہلے نورِ محمدی کے وجود کا انکار ناممکن ہے۔ اس وقت آنحضور کا بدن مبارک موجود نہ تھا تاکہ آپکو بشر کہہ سکیں۔ کیونکہ اُس وقت آدم علیہ السلام کا بدن موجود نہ تھا تو پھر کس طرح آپ کا بدن مبارک موجود ہوتا۔ بس یہی ہے۔ نورِ محمدی جو حقیقت ہے محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ اسی حالت میں اس نور کو نبوت سے متصف کیا گیا۔ اور ختم نبوت سے بھی متصف کیا گیا۔ اور تمام انبیاء سے ان کی اتباع کا عہد اور میثاق لیا گیا۔ اور ان اُمتوں کی اتباع کا میثاق لیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اس نورِ محمدی کی پیدائش ہوئی۔ اب اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نور ہیں ۔ اور انکی حقیقتِ نوری ہے ۔ صورت بشری سے مجرد یہ حقیقت موجود رہی ہے ۔ ان دو حدیثوں کے رو
سے عقیدہ رکھنا ہوگا ۔

۲ ۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں ۔ ہم جیسے بشر نہیں ۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الخصائص
الکبریٰ میں پانچ احادیث نقل کی ہیں ۔ جن کی صحت کے وُہ خود ذمہ دار ہیں ۔ وُہ احادیث پیچھے گذر چکی ہیں ۔ ان
پانچوں احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت نبی تھا اور خاتم النبیین
تھا جب آدم علیہ السلام پیدا ہی نہیں ہوئے تھے ۔ یہ احادیث صحیح ہیں انکی صحت میں شک نہیں ہو سکتا
کیونکہ علامہ سیوطی نے ان احادیث کو بطور سند پیش کیا ہے ۔ اتنا بڑا عالم اسی وقت کسی حدیث سے
استدلال کرتا ہے ۔ جس سے یقین ہو کہ یہ حدیث صحیح ہے ورنہ اسے بطور سند نہ پیش کیا جاتا ۔ اگر حضور
کی نبوت آدم علیہ السلام سے پہلے نہ مانی جائے ۔ تو نعوذ باللہ آنحضرت کی طرف کذب کی نسبت کرنی پڑیگی اور
نبوت کے ساتھ ماننا پڑیگا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نور محمدی حقیقتِ محمدی بالفعل خارج میں موجود
تھی اور متصف بصفت نبوۃ تھی اور متصف بخاتم نبوۃ تھی ۔ آپکا بدن موجود نہیں تھا ۔ صورت بشری حاصل نہیں
تھی ۔ اب سمجھنا چاہیئے ۔ کہ ہم جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نور کہتے ہیں ۔ تو حقیقت کے لحاظ سے نور کہتے ہیں جو
صورت کے لحاظ سے آپ بشر ہیں ۔ ہم پیچھے نشر الطیب کا حوالہ نقل کر چکے ہیں ۔ کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے تحقیق
کرکے ثابت کیا ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے آنحضرت کی تخلیق ہوئی ۔ اور آدم علیہ السلام سے آنحضرت کی تخلیق پہلے ~~کی~~ حقیقت خارج
میں موجود تھی ۔ اور متصف بوصف نبوۃ اور متصف بختم نبوت تھی ۔ تو مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کے نزدیک
بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور تھے لہذا علماء سلف و خلف ، علماء بریلوی اور علماء دیوبندی اس بات پر
متفق ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں ۔ جو شخص اپنے کو متبع علماء دیوبند کہتا ہے ۔ اور آنحضرت صلے
اللہ علیہ وسلم کو نور نہیں سمجھتا اسے اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کرنا چاہیئے ۔ اور حقیقت واضح ہو جانے کے بعد اس
یقین کرنا چاہیئے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں ۔ اور سابقہ عقیدہ کہ آنحضرت بشر محض ہیں سے توبہ کرنی
چاہیئے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا کفار کا عقیدہ ہے نہ کہ کسی مسلمان کا ۔ قرآن مجید میں
جہاں بھی بشر مثلنا یا بشر مثلکم بغیر وحی اور بغیر من الٰہی آیا ہے ۔ وہ کفار کا استعمال کردہ لفظ

خداوند تعالیٰ نے کفار کا یہ قول بطور انکار نقل کیا ہے کہ ان ظالموں کو ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا جیسے تفصیل گذر چکی ہے اسے ذرا غور سے پڑھیں۔ اور اس غلط عقیدہ سے نجات حاصل کریں۔ آپ صرف ظاہری صورت کے لحاظ سے بشر ہیں ظاہری صورت لباس اور سواری کا حکم رکھتی ہے۔ یعنی ظاہر صورت حقیقت کیلئے لباس ہے یا ظاہری صورت حقیقت کیلئے مرکب سواری ہے اور شئی کی حقیقت دراصل شئی ہے ہوتی ہے لباس یا مرکب شئی کی حقیقت نہیں ہوتے دیکھیں کیمیائے سعادت مصنفہ امام غزالی رحمتہ اللہ دیباچہ کتاب لکھتے ہیں۔ کہ انسان درحقیقت روح ہے جو بدن پر سوار ہے اور بدن کو جس طرف چاہے پھیرتا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم کا عقیدہ ۱

☆ علامہ اقبال جاوید نامہ میں لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ آپ جامہ بشری میں ملبوس تھے لیکن آپکی اصل مادی نہ تھی بلکہ آپکا جوہر ذات نوری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس وقت مرتبہ نبوت پر فائز ہو چکے تھے جبکہ آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ فرمایا کنت نبیا و آدم بین الماء والطین۔

شعر کس ز سر عبدہ آگاہ نیست — عبدہ جز سر الا اللہ نیست

عبدہ از فہم تو بالاتر است — زانکہ او ہم آدم ہم جوہر است

☆ آخری قطعہ کے آخری حصہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ آدم بھی ہیں یعنی آپ صورت کے لحاظ سے آدم یعنی بشر ہیں اور جوہر بھی ہیں یعنی حقیقت کے لحاظ سے نور ہیں۔ جاوید نامہ اقبال شرح رموز خودی صفحہ ۱۵۰

شاہ عبدالرحیم دہلوی کا عقیدہ ۲

☆ شاہ عبدالرحیم دہلوی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے والد اور شاہ عبدالعزیز کے جد امجد فرماتے ہیں۔ اپنی تصنیف انفاس رحیمیہ صفحہ ۱۳ میں فرماتے ہیں۔ پس ظہور جمیع اسماء اسماء متقابلہ چوں ہادی و مضل۔ و معطی و مانع۔ معز و مذل۔ باسط و قابض۔ رافع۔ مناقص و اسماء غیر متقابلہ و جمیع حقائق مختلفہ و جمیع افراد متعددہ از اعلیٰ و ادنیٰ و نفیس و خسیس از عرش تا فرش ملائکتہ علوی جنات سفلی ہمہ تا شئی ازاں حقیقت محمدی است و قول رسول مقبول علیہ السلام اوّل ما خلق اللہ نوری و خلق اللہ ما خلق اللہ من نوری۔ و قول لولاک لما خلقت الافلاک و لغتہ لولاک لما اظہرت الربوبیۃ۔ ترجمہ۔

پس تمام اسماء جو متقابلہ اسماء میں سے ہیں۔ ان کا ظہور ہوا جس طرح ہادی، مضل، معطی، مانع، باسط، قابض، رافع و خافض

اور اسماء غیر متقابلہ اور تمام حقائق مختلفہ و تمام افراد متعددہ واعلیٰ وادنیٰ و نفیس وخسیس عرش سے فرش تک اور

ملائک علوی اور جنات سفلی تمام اس حقیقت محمدی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی فرمان اول

ماخلق اللہ نوری وخلق ماخلق اللہ من نوری۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔ اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے جو

کچھ پیدا کیا میرے نور سے۔ اور فرمان الٰہی ہے لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو بھی پیدا

نہ کرتا۔ اور آپکی تعریف میں بھی ہے لولاک لما اظهرت الربوبیۃ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کا بھی اظہار نہ کرتا۔

☆ ——— مولانا عبدالرحیم مرحوم کی کلام سے مندرجہ ذیل امور اخذ ہوئے۔ ۱ انکا عقیدہ تھا

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سب مخلوق سے پہلے پیدا ہوا۔ اور اسی نور سے باقی مخلوق پیدا ہوئی۔ ۲ حدیث اول

ماخلق اللہ نوری کی صحت کی تصدیق بھی ہوئی۔ ۳ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک۔ لولاک

لما اظهرت الربوبیۃ ان دو حدیثوں کی تصدیق بھی ہوئی۔ مولانا عبدالرحیم مرحوم تمام علماء دیوبند اور تمام

علماء اہل حدیث کے نزدیک بھی مقبول شخصیت ہیں۔

نواب صدیق حسن بھوپالوی کا عقیدہ ۳

☆ ——— نواب صدیق حسن بھوپالوی کا عقیدہ۔ یہ اہل حدیث اور جماعت

دیوبندیہ کے نزدیک ایک مقتدر ہستی ہیں۔ اپنی کتاب ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل صفحہ ۲۱۶ و صفحہ ۲۱۷

مطبوعہ دہلی پر لکھتے ہیں۔ طلوع آفتاب نبوت و نیر اعظم رسالت اولا از افق۔ ہند بودہ است زیرا آنکہ آدم علیہ

السلام اول انبیاء ست و چوں نور نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم در صلب او بود از وے باصلاب

دیگر بتدریج از منہ منتقل شد ثابت شد کہ مطلع نور محمدی و مبدء این فیض سرمدی ہند است وغایت

ومنتہی ومظہر وجود عنصری و تجلاًّ او عرب۔ وکفی بالھند شرف وفضلاً۔ ترجمہ۔ نبوت کا آفتاب

اور رسالت کا بڑا ستارہ پہلے ہندوستان میں طلوع ہوا ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے پہلے نبی

آدم علیہ السلام ہیں۔ اور نور نبوت محمد رسول اللہ ان کی پشت میں ودیعت تھا اور انکی

پشت سے بتدریج زمانہ دوسری پشتوں میں منتقل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نور محمدی صلی اللہ

علیہ وسلم کا مطلع اور مبدء جو فیض ابدی میں ہندوستان ہے۔ اور اس کی انتہاء اور صورت بشری کا ظہور عرب میں ہوا ہندوستان کیلئے یہ بہت بڑا شرف اور فضل ہے۔ ۱؎ ان عبارات سے بھی یہ ثابت ہوا کہ نور محمدی یعنی حقیقت محمدی آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھی اور ان کے بدن میں منتقل ہوئی۔ اور پھر بتدریج زمانہ باقی انبیاء کی پشتوں میں منتقل ہوئی۔ ۲؎ پہلے یہ حقیقت نوری تھی پھر اسے عرب میں صورت بشری حاصل ہوئی۔ ۳؎ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں ابتداء نبوت ہندوستان سے شروع ہوئی۔ کیونکہ آنحضور پشت آدم میں جزیرہ لنکا میں اترے پھر وہاں سے انتقال کر کے عرب میں بصورت بشری جلوہ افروز ہوئے۔ ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو ؎

كانت لآدم ارض الهند منهبطا

وفيه نور رسول الله مشغول

ترجمہ:- حضرت آدم علیہ السلام پہلے ہندوستان میں اتارے گئے۔ جب کہ محمد رسول اللہ کا نور ان کے اندر شعلے مار رہا تھا۔ سبحۃ المرجان فی آثار القیامۃ صفحہ ۱۴

محمد یعقوب نانوتوی کا عقیدہ

محمد یعقوب نانوتوی جو مدرسہ دیوبند کے مدرس اول تھے اپنے قصیدہ میمومیہ میں نعت سید الابرار میں عقیدہ نور کی تائید کرتے ہیں۔

؎ خدا نے نور کیا وہ تمہارا نورانی ۔ کہ جس کے سامنے آئے نظر ہے نور ظلام

وہ نور آپکا تھا جو ہوئی امانت عرض ۔ سماء و ارض و جبال و شجر رہے جی تھام

وہ نور غیب ہے ظاہر بشر کی صورت میں

کہ جیسے ضمہ سے کسرہ کیجئے اشمام

آخری شعر ملاحظہ ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بشری صورت میں نور مستور تھے۔ یعنی آپکی حقیقت نور تھی اور صورت بشری تھی۔ اسی مثال کو یوں سمجھیں کہ جس طرح ضمہ کو جیسے ہم پیش کہتے ہیں کسرہ جیسے ہم زیر کہتے ہیں اشمام کیا جائے۔ یعنی پیش کو اسی طرح پڑھیں کہ زیر کی صورت میں ادا ہو گویا جس

طرح ضمہ کو کسرہ میں چھپایا جاتا ہے اسی طرح نورِ محمدی کو صورتِ بشری میں چھپایا گیا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ ۵

مولانا رشید احمد گنگوہی جو دیوبندیوں کے علوم ظاہری اور علوم باطنی میں مسلمہ بزرگ ہیں اور ان میں قطب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اپنی کتاب امداد السلوک صفحہ ۵۸ فارسی میں لکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ در شان حبیب نور صلے اللہ علیہ وسلم فرمود۔ کہ البتہ آمدہ نزد شما از طرف حق تعالیٰ نورؔ و کتابؔ مبین۔ مراد النور ذاتِ پاک حبیب خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہست۔ یعنی نور سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔ بتواتر ثابت شدہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند۔ تواتر سے ثابت ہے کہ آنحضرت کا سایہ نہ تھا اور یہ ظاہر ہے کہ نور کے بغیر ہر شے سایہ رکھتی ہے تو ثابت ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

مولوی انور شاہ مرحوم کشمیری کا عقیدہ ۶

مولوی انور شاہ مرحوم کشمیری جو دار العلوم دیوبند کے چوٹی کے مدرس دورہ حدیث تھے۔ فرماتے ہیں۔ (شعر) عقیدہ الاسلام صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ دیوبند

کانور آنجا نورِ حق بود و بند دیگر حجاب ۔ دید و بشنید آنچہ جز وے کس نشنید و نہ دید

آنحضور کی مدح میں فرماتے ہیں کہ شب معراج عرشِ معلی پر اللہ کے ہاں وہاں اللہ تعالےٰ تھا اور نورِ حق یعنی نورِ محمد یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جو سراپا نور تھے۔ دونوں تھے اور اس نور نے جو کچھ سنا یا دیکھا کسی دوسرے نے دیکھا نہ سنا۔ اُن کے اس عقیدہ سے مندرجہ ذیل عقیدہ اخذ ہوا۔ ۱۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نور تھے اُنکی حقیقت نوری تھی۔ ۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا اور اسکی کلام سنی۔ یہ فخر کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوا۔

مولانا ذوالفقار علی دیوبندی کا عقیدہ ۷

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی۔ جو کہ علماء دیوبند میں بڑے فاضل ادیب شمار ہوتے اور تقریباً سب کتب ادب کے شارح یا محشی ہیں۔ قصیدہ بردہ کے شعر کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ شعر

؎ وکل آیای اتی الرسل الکرام بھا

فانما اتصلت من نورہ بھم

ترجمہ :- ہر معجزہ جس کو رسولان کرام لائے سوائے اس کے نہیں کہ وہ معجزہ ان کو صرف بدولت حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم پہنچا ہے کیونکہ آپ ہی باعث ایجاد خلق ہیں ۔ اول ما خلق اللہ نوری ۔ عطر الوردہ صفحہ ۲۴ مطبوعہ دیوبند اسی شرح بردہ شریف میں لکھتے ہیں ۔

؎ کے ملک کردی بہ پیش آدم خاکی سجود

نور تو در وے نبودے گر ودیعت ای ھدیٰ

ترجمہ :- اے ہادیٔ کل صلے اللہ علیہ وسلم اگر حضرت آدم خاکی میں آپ کا نور مبارک ودیعت نہ ہوتا تو فرشتے اُن کو کب سجدہ کرتے

مولوی حسین احمد مدنی کا عقیدہ ۸

مولوی حسین احمد مدنی جو دار العلوم دیوبند میں مدرس اور ناظم اعلیٰ رہے ہیں ۔ وہ اپنی کتاب الشہاب الثاقب صفحہ ۴۷ مطبوعہ دیوبند میں لکھتے ہیں ۔ کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہونگی عام ہے وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپکی ذات پاک اسی طرح پر واقع ہوئی کہ آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزار وں آئینوں میں ۔ غرضیکہ حقیقت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ واسطہ جملہ کمالات عالم وعالمیان ہے ۔ یہی معنے لولاک لما خلقت الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری وانا نبی الانبیاء وغیرہ کے ہیں ۔ مولانا حسین احمد مدنی کے عقیدہ سے مندرجہ امور ثابت ہیں ۔ ۱ تین احادیث ۔ لولاک لما خلقت الافلاک اول ما خلق اللہ نوری ۔ انا نبی الانبیاء کی صحت کی تائید ہوتی ہے یعنی ان کے نزدیک تینوں درجہ صحت رکھتی ہیں ۔

۲ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اگر حضور کی حقیقت محمدیہ تمام کائنات سے پہلے تخلیق نہ ہو چکی ہوتی تو کائنات کو پیدا نہ کیا جاتا ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا ۔ کہ حسین احمد مدنی کے نزدیک آنحضور خلقت میں سب سے پہلے ہیں باقی کائنات حتیٰ کہ آدم علیہ السلام سب خلقت میں پیچھے ہیں ۔ ۳ انا نبی الانبیاء الحدیث اشارہ میثاق النبیین کی طرف ہے اور اشارہ کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد کی طرف ہے ۔ اس سے بھی حقیقت محمدیہ کی اولیت تخلیق ثابت ہوتی ہے ۔

مولوی محمد طاہر قاسمی کا عقیدہ ۹

مولوی محمد طاہر قاسمی جو بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کے پوتے ہیں۔

واضح طور پر لکھتے ہیں کہ سب سے اول حق تعالیٰ نے نور عقل کو پیدا کیا جس کا دوسرا نام حقیقت محمدیہ ہے اس کو تمام عالم کیلئے مدبر اور وجہ شرافت بنایا۔ اسی لئے تمام فرشتوں کو اُن کے آگے جھک جانے کا حکم ہوا خدا کے بعد درجہ عقل اول حقیقت محمدیہ کا ہے اسی لئے جس مخلوق میں یہ نور عقل نہیں جھلکتا وہ مخلوق عالم کی صف اول میں جگہ نہیں پا سکتی۔ معلوم ہوا کہ نور محمدی بلحاظ خلقت سب مخلوق سے اول ہے۔ اور بلحاظ ظہور سب سے آخر ہے۔ اسی لئے نور محمدی کا اول و آخر نور خدا ہونا تو ہو سکتا ہے لیکن اور کسی کے نور نبوت کا یہ منصب نہیں ہو سکتا نہ حضور خاتم النبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت کا وجود ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے اور اگر تسلیم کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ایسے منکر گروہ نے حقیقت محمدیہ کی اولیت کا بھی انکار کر دیا ہے۔ عقائد الاسلام قاسمی صفحہ ۳۲ وصفحہ ۳۳ مطبوعہ ادارہ المعارف دیوبند۔ خلاصہ ۱۔ نور محمدیہ یا حقیقت محمدیہ سب سے پہلی مخلوق ہیں اسے حدیث اول ما خلق اللہ نوری کی تصدیق ہوئی۔ حقیقت محمدیہ تمام عالم کیلئے مدبر عالم کی حیثیت رکھتی ہے۔ حقیقت محمدیہ اول و آخر ہے۔ اس سے پہلے کوئی مخلوق نہ تھی۔ اور صورت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں نہ ان کی اولیت کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی آخریت کا۔ حقیقت کے لحاظ سے سب سے پہلے نبی ہیں اور صورت بشری کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہیں۔

قاری محمد طیب دیوبندی کا عقیدہ ۱۰

قاری محمد طیب دیوبندی موجودہ زمانہ کے دیوبندیوں کے مقتدر شخص قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نورانیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ یعنی نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک، جمال مبارک اور حقیقت پاک سب ہی نور ہیں۔ سب میں نورانیت اور جاذبیت نظر آتی ہے۔ بات کرتے وقت بنص حدیث آپکے دانتوں سے نور چھنتا ہوا نظر آتا۔ بینی مبارک (ناک) کا نور کی وجہ سے بلند محسوس ہونا۔ چہرے مبارک کی چمک دمک میں سورج جیسا محسوس ہونا۔ بنص حدیث کان الشمس تجری فی وجہہ۔ آپکے چہرہ مبارک کا مقابلہ کرکے صحابہ کا آپکے چہرہ مبارک کے نور کو چاند پر فوقیت دینا۔ اور حقیقت محمدی کو حدیث میں نور کہا جانا۔ سب اسی کی علامات اور آثار ہیں۔ آفتاب نبوت

صفحہ ۳۹ وصف ۴ جلد اول۔ قاری صاحب کے عقیدے سے (یعنی ـــــ حقیقتِ محمدیہ کو حدیث میں نور کہنا) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اول ما خلق اللہ نوری حدیث صحیح ہے۔ اور حقیقتِ محمدیہ کی تخلیق، تخلیق اول ہے۔

محمد ادریس کاندھلوی کا عقیدہ ۱۱

☆ــــــ مولوی محمد ادریس کاندھلوی دیوبندیوں کے مشہور و معروف عالم اور فنِ ادب میں ممتاز مقدمہ مقاماتِ حریری کے مؤلف اپنی کتاب عقائد الاسلام صفحہ ۱۰۲ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح میں لکھتے ہیں۔

ے آنچہ اول شد پدید از حبیب غیب
بود نورِ پاک او بے ہیچ ریب

اس شعر سے تصدیق ہوتی ہے۔ کہ اول ما خلق اللہ نوری حدیث اُن کے نزدیک صحیح حدیث ہے۔ محمد ادریس کاندھلوی ہی کتاب بشائر النبیین صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن مجید کو نورِ مبین کہا گیا ہے۔

قاری صاحب کا عقیدہ ۱۲

☆ــــــ قاری محمد طیب دیوبندی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ آفتابِ نبوت جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان صرف نبی ہونا ہی نہیں کیونکہ یہ شان قدرِ مشترک کے طور پر ہر نبی میں موجود ہے۔ نیز ان تمام نجومِ ھدایت یعنی انبیاء علیہم السلام سے کمالاتِ نبوت میں محض اضافی طور پر کچھ زائد یا فائق ہونا بھی نہیں۔ کیونکہ یہ تفاضل اور فرقِ مراتب اور انبیاء میں بھی قائم ہے جیسے قول باری تعالیٰ تلک الرسل الایتہ۔ بلکہ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نورِ نبوت میں سب انبیاء کے مربی ہیں۔ ان کے حق میں مصدرِ فیض اور اُن کے انوارِ کمال کی اصل ہیں۔ اس لئے اصل میں نبی آپ ہیں اللہ دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں۔ بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہوئے ہیں۔ ان مقدسین سابقین (انبیاء کرام علیہم السلام) یا کمال وہ حقیقت ان کے جوہروں کی صفائی اور شفافی اور استعداد اور ان کی باطنی استعدادوں

کا فطری کمال ہے کہ جونہی ان کے قلوب صافی اور ارواح طاہرہ کے سامنے آفتاب نبوۃ سرور دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ آیا انہوں نے اس کی ساری شعاعیں قبول کر لیں۔ اور خود منور ہو کر دوسروں کو وہ روشنی پہنچانی شروع کر دی پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے کو نبی امت ہی نہیں کہا بلکہ نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے جیسے کہ روایت حدیث میں مصرح ہے پس جیسے آپ امت کے حق میں نبی امت ہونے کی وجہ سے مربی ہیں ویسے ہی نبیوں کے حق میں بوجہ نبی انبیاء ہونے کے مربی ہیں۔ حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا آپکے سامنے آیا نبی ہو گیا۔ اور اس طرح نور نبوت آپ ہی سے چلا اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا۔ اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے۔ کہ اسی سے اس کے وصف خاص کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہا بھی ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے بلکہ خاتم النبین کہینگے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہاء ہے۔ جس سے آپ منتہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے۔ اور آخر کار آپ ہی پر عود کر آتی ہے پس آفتاب کی تمثیل سے آفتاب نبوۃ کا مبدء بھی ثابت ہے۔ اور منتہا بھی۔ نبوۃ میں اول بھی نکلتا ہے۔ اور آخر بھی۔ فاتح بھی اور خاتم بھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی نبوت کی اولیت کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا۔

"کنت نبیاء وادم بین الروح والجسد"

جس سے واضح ہے کہ آپ انبیاء کے حق میں بمنزلہ اصل کے ہیں۔ باقی انبیاء آپکی نسبت فرع کے ہیں۔ ان کا علم اور خلق آپکے فیض سے ظہور پذیر ہوا۔ آفتاب نبوۃ صفحہ ۱۰۷ تا صفحہ ۱۱۱ از قاری طیب دیوبندی

قاری محمد طیّب کا عقیدہ ۳ ۔ ۱۳

☆ ——— قاری محمد طیب دیوبندی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ کہ طبعی طور پر آفتاب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کا وجود اور خلقت ہے۔ جس سے اسے اپنے سے متعلقہ مقاصد کی تکمیل کا موقع ملتا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ کیا جاتا تو عالم میں چاندنی اور روشنی کا وجود ہی نہ ہوتا اور کوئی بھی دنیا کو نہ پہچانتا۔ گویا اس کے آنے کی صورت میں نہ صرف یہی کہ وہ خود ہی پہچانا جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی چیز بھی پہچانی جاتی۔ ٹھیک اسی طرح اس روحانی آفتاب (آفتاب نبوۃ) کے سلسلہ میں اولاً حضور کی پیدائش ہے اور آپ کا اس ناسوتی دنیا میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحاً ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ دنیا

میں تشریف نہ لاتے۔ تو نہ صرف یہی کہ آپ نہ پہچانے جاتے۔ بلکہ عالم کی کوئی چیز بھی اپنی غرض وغائیت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ آفتاب نبوۃ صفحہ ۱۲۴-۱۲۵

؎ خدا کے ہیں پیارے محمد نبی

ہوئے اُن کی خاطر سے پیدا سبھی

حیات وحید الزمان صفحہ ۱۲

☆ــــــ میں نے اس رسالہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی حقیقت عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ سرور کائنات فخرِ موجودات حقیقت کے لحاظ سے نور محض ہیں صرف آپکی ظاہری صورت بشری ہے۔ میں نے اہل السنۃ والجماعت البریلوئیہ کے عقیدہ کی ترجمانی کی ہے اور اپنے اس عقیدہ میں مندرجہ بالا دیوبندی حضرات علماء کو بھی شریک پایا ہے۔ انہوں نے اپنے اس عقیدہ کو مخلصانہ طور پر اظہار کیا ہے نہ کہ منافقانہ طور پر نعوذ باللہ من ذالک۔ اس لیئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اہل السنۃ والجماعت کے دو عظیم فرقے بریلوی اور دیوبندی اس امر پر متفق ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ نور آپکی حقیقت ہے۔ آپکی بشریت ظاہری ہے۔ جو صورت اور لباس کا حکم رکھتی ہے۔ یہ نوری حقیقت آدم علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے تخلیق ہوئی اور اسی نوری حقیقت سے باقی ساری مخلوق پیدا ہوئی۔ عرش و فرش کا وجود ملک و انس کا وجود جنت و دوزخ سب کا وجود اسی سے ہوا۔ آدم علیہ السلام سے پہلے یہ حقیقت نوری عرش و کرسی کیطرح موجود تھی۔

جبرئیل کی عمر

☆ــــــ تو سُنیے جبرئیل امین کی زبانی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی مدنی تاجدار حبیب کردگار صلے اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روائیت فرماتے ہیں۔ کہ سرور کائنات نے جبرئیل امین سے پوچھا کم عُمِرْتَ مِنَ السِّنِیْنَ تمہاری عمر کتنے سال ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں بہت زیادہ تفصیل سے اپنی عمر کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں۔ کہ حجب چوتھے حجاب میں ایک ستارہ تھا (جبکہ ابھی تک آدم علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے) ــــــ

يطلع فی کل سبعين الف سنة مرة رأيته اثنين وسبعين الف مرة ۔ وہ ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد طلوع ہوتا تھا۔ میں نے اس ستارہ کو بہتر ہزار بار دیکھا ہے۔ اب اظہر من الشمس ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم (مرتبہ ۲۷ تو آپ نے فرمایا وہ ستارہ میں ہوں۔) علیہ افضل الصلوات والتسلیم کی ذات والا صفات سیدنا آدم علیہ السلام سے بہت پہلے موجود تھی۔ لہٰذا آپکی حقیقت بشری نہیں کیونکہ بشریت کی ابتداء سرکار آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اسی لئے آنحضور صلے اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اپنے رب کریم جل جلالہٗ کی عزت کی قسم کہ وہ ستارہ میں ہی ہوں (وعزة ربی جل جلاله ان ذلك الكوكب)۔ سیرت حلبیہ صفحہ ۴۹ ج ۱۔ جواہر البحار صفحہ ۷۷۴ تاریخ کبیر از امام بخاری روح البیان صفحہ ۹۷۴ ج ۱۔

عبد الحی لکھنوی کا عقیدہ ۱۴

عبد الحی لکھنوی کا عقیدہ ۔ عبد الحی لکھنوی جو دیوبندیوں اور وہابیوں کے نزدیک مسلمہ اور مستند ہیں رقمطراز ہیں کہ بیشک نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب دھوپ میں اور چاندنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔ کیونکہ سایہ کثیف ہوتا ہے اور آپکی ذات سر سے قدم تک نور ہے۔ التعلیق العجیب صفحہ ۱۳ ۔

فخر الدین رازی کا عقیدہ ۱۵

امام فخر الدین رازی کا عقیدہ ۔ ان الملائكة امروا بالسجود لآدم لاجل ان نور محمد علیہ السلام کان فی جبهته ۔ تفسیر کبیر ج ۲ صفحہ ۳۰۲ ۔ جواہر البحار صفحہ ۳۵۵ ۔ ترجمہ آدم علیہ السلام کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کا حکم اس لئے دیا گیا کہ آنحضور کا نور اُن کی پیشانی میں تھا۔

علامہ عبد الغنی نابلسی کا عقیدہ ۱۶

عبد الغنی نابلسی کا عقیدہ ۔ قد خلق کل شی من نوره صلے اللہ علیہ وسلم کما ورد فی الحدیث الصحیح حدیقہ ندیہ طریقہ محمدیہ ۔ ہر چیز آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

ابن حجر مکی کا عقیدہ ۱۷

ابن حجر مکی کا عقیدہ ۔ انه صلے اللہ علیہ کان نوراً انه اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظهر لظل لانه لا یظهر الا للکثیف وهو صلے اللہ علیہ وسلم

قد خلصہ اللہ من سائر الکثافات الجسمانیہ وجعلہ نورا صرفا لا یظہر لہ ظل اصلا

شرح قصیدہ ہمزیہ (افضل القری - از ابن حجر مکی)۔ ترجمہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

کو اللہ تعالی نے نور محض بنایا جب وہ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا کیونکہ سایہ

کثیف چیزوں کا ہوتا ہے۔ اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے تمام بدنی کثافتوں سے پاک

کیا تھا۔ اس لئے آپ کا ہرگز سایہ نہ ہوتا۔

امام غزالی کا عقیدہ ۱۸

امام غزالی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ۔ امام الہمام محمد غزالی علیہ رحمتہ

اپنی کتاب مستطاب دقائق الاخبار کے ابتداء میں ہی لکھتے ہیں فی تخلیق نور محمد صلے اللہ علیہ

وسلم تو آپ نے نور محمد کے بیان کا مستقل باب قائم کیا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ وہ آنحضور

کی نورانیت کے قائل تھے۔ کتاب دقائق الاخبار مصنفہ امام غزالی۔

علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان کا عقیدہ ۱۹

علامہ اسماعیل صاحب مفسر تفسیر روح البیان کا عقیدہ۔ قد اتفق اہل

الظاہر والشہود علے ان اللہ خلق جمیع الانبیاء من نور محمد صلے اللہ علیہ وسلم

تفسیر روح البیان صفحہ ۱۳۹ جلد سوم۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ ۲۰

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ۔ جلال الدین امام المحدثین اپنا اور

ابن سبع کا عقیدہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ قال ابن سبع من خصائصہ صلے

اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علے الارض وانہ کان نورا۔ خصائص الکبری

ترجمہ:۔ ابن سبع کہتے ہیں۔ کہ دھوپ میں آپ کا سایہ زمین پر نہ ہوتا کیونکہ آپ نور ہیں۔

علامہ زرقانی کا عقیدہ ۲۱

علامہ زرقانی کا عقیدہ۔ عمدۃ المحدثین علامہ محمد بن عبد

الباقی زرقانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول اول ماخلق اللہ نوری کے مطابق کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا ہے اور اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نور بنایا ہے۔ اور سب سے اول پیدا کیا ہے۔ آپ کو نور الانوار و ابوالارواح کہا جاتا ہے۔ زرقانی صفہ ۲۷ ج ۱ مطبوعہ مصر

علامہ زرقانی دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ حدیث کنت اول النبیین فی الخلق یعنی تخلیق کے لحاظ سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ لخلق نورہ قبلھم ۔ کیونکہ آپ کا نور سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا ۔ زرقانی شریف صفہ ۱۶۴ ج ۳ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ من انوار الصمدیۃ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ھی عین النور الاحمدیہ المشار الیہ بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اول ماخلق اللہ نوری کما فی حدیث جابر عند عبد الرزاق معنیٰ یاجابر ان اللہ تعالےٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ۔ اس سے مراد نور احمدی ہے ۔ کیونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔ کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا جیسا عبد الرزاق والی معنوی حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا ۔ زرقانی صفہ ۲۷ ج ۱ ۔ خلاصہ کلام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ ۔ جابر کی حدیث اور اول ماخلق اللہ نوری کی حدیث دونوں سے مراد حقیقت محمدیہ ہے جسے نور سے تعبیر کیا گیا ہے حقیقت محمدیہ سب اشیاء سے پہلے پیدا کی گئی تمام کائنات اس کے بعد پیدا ہوئی ۔ پھر لکھتے ہیں لان وجھہ صلے اللہ علیہ وسلم کان شدید النور بحیث یقع نورہ علے الجدار اذا قابلھا ۔ ترجمہ آپکا چہرہ اس قدر نورانی تھا کہ جب اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو دیواریں چمک اٹھتیں ۔ زرقانی صفہ ۲۱۰ ج ۶ ۔

ملا علی قاری کا عقیدہ ۲۲

ملا علی قاری کا عقیدہ ۔ سید المحدثین ملا علی قاری رحمتہ الباری ۔ اما نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھو فی غایتہ من الظھور شرقا و غربا و اول ماخلق اللہ نورہ وسماہ فی کتابہ نورا ۔ نور محمدی شرقاً غرباً خوب ظاہر ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپکے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا ۔ اور قرآن میں آپکا نام نور رکھا ۔ موضوعات کبیر صفہ ۸۶ ۔

٢٣ قاضی عیاض کا عقیدہ

قاضی عیاض کا عقیدہ ۔ انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ
کان نوراً" ۔ ترجمہ :۔ آپ کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ نور ہیں ۔ الشفاء صفحہ ٢٤٣/١٢ مطبوعہ مصر ۔

٢٤ علامہ خفاجی کا عقیدہ

علامہ احمد شہاب الدین الخفاجی المصری علیہ الرحمۃ اپنا عقیدہ تحریر فرماتے
ہیں ۔ کان نورہ صلے اللہ علیہ وسلم فی جباہ آبائہ من ادم الی ابیہ عبداللہ وھو نورہ جسمی کالقمر
فی لیلۃ الظلماء ۔ شرح الشفاء صفحہ ١١١/١٢ ۔

٢٥ علامہ حلبی، کا عقیدہ

علامہ علی بن برہان الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ۔ اذا مشی فی الشمس او القمر
لا یکون لہ صلے اللہ علیہ وسلم ظل لانہ کان نوراً" ۔ ترجمہ :۔ جب آپ دھوپ یا چاندنی میں
چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا ۔ کیونکہ آپ نور ہیں ۔ سیرت حلبیہ صفحہ ٣١٨ ج ٣ مطبوعہ مصر ۔

٢٦ علامہ سخاوی کا عقیدہ

علامہ سخاوی شمس الدین ابو الخیر محمد بن عبدالرحمن سخاوی تحریر فرماتے ہیں ۔ لا ظل
لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً" ۔ ترجمہ :۔ آپ کا سایہ نہ تھا ۔ کیونکہ آپ نور ہیں ۔ القصائد الحسنۃ صفحہ ٦٣

٢٧ علامہ سلیمان جزولی کا عقیدہ

علامہ سلیمان جزولی صاحب کتاب دلائل الخیرات شریف میں بارگاہ سرور کائنات
صلے اللہ علیہ وسلم میں درود بھیجنے کا ہدیہ ان نورانی القاب سے پیش کرتے ہیں ۔ اللھم صل علے سیدنا نور الانوار
وسر الاسرار ۔ ترجمہ :۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کائنات کے تمام انوار کا منبع ہیں ۔ آپ نے آنحضور کے اسماء میں
(نور) بھی لکھا ہے ۔ سید سلیمان جزولی کے متعلق اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں ۔ کہ آپکے وصال کے ستر سال
بعد بلاد سوس" آپکی قبر سے نعش مبارک کو مراکش نقل کیا گیا ۔ تو آپ کو ایسا ہی پایا گیا جیسے دفن کیا گیا تھا
آپ کے حالات میں زمین نے کوئی اثر نہ کیا تھا ۔ اور طول زمانہ نے کوئی تغیر پیدا نہ کیا ۔ سر اور داڑھی میں خط بنوانے

کا نشان ایسا ہی تھا۔ جیسے انتقال کے وقت تھا۔ کیونکہ انتقال کے روز آپ نے خط بنوایا تھا۔

دلائل الخیرات پڑھنے کا فیض

☆ کسی شخص نے آپکے چہرہ پر انگلی رکھ کر چلائی تو اس کے نیچے سے خون ہٹ گیا جب انگلی اُٹھائی تو خون لوٹ آیا۔ جیسے زندہ آدمی میں ہوتا ہے۔ آپکی قبر مراکش میں ہے۔ قبر پر بہت عظمت برستی ہے لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ بندھے رہتے ہیں۔ اور قبر پر دلائل الخیرات بکثرت پڑھتے ہیں اور پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر کثرت درود سے قبر سے مشک کی خوشبو آتی ہے جمال الاؤلیاء صفحہ ۱۳۹-۱۳۸ وجامع الکرامات اولیاء فضائل درود شریف صفحہ ۸۹

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی کی تلقین برائے قرائیت دلائل الخیرات :-

☆ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اکابرین دیوبند محمد قاسم نانوتوی۔ رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی کو دلائل الخیرات پڑھنے کی تلقین فرماتے۔ المہند صفحہ ۱۶۔

شاہ ولی اللہ کو دلائل الخیرات کی اجازت

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دلائل الخیرات کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ دلائل الخیرات پڑھنے کی ہم کو (یعنی شاہ ولی اللہ کو) اجازت دی۔ ہمارے شیخ ابو طاہر سے انہوں نے سید عبدالرحمن ادریس سے جو محجوب مشہور ہیں انہوں نے باپ احمد سے انہوں نے اپنے دادا محمد سے اُنہوں نے باپ کے دادا احمد سے اُنہوں نے دلائل الخیرات کے مؤلف سید شریف محمد بن سلیمان جزولی رحمتہ اللہ علیہ۔ انتباہ فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۱۴۳۔

شیخ عبدالحق کا عقیدہ :- ۲۸

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ۔ حق سبحانہٗ اورا النور نام وادورا سراج منیر در غایت انارت خواند کہ روشن شد وسیلہ انگشت بوسے طریق قرب ووصول و روشن شد بجمال وکمال دے ابصار وبصائر چنانچہ فرمود قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۴۶ ج ۱

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نور اور سراج منیر رکھا۔ کیونکہ ان میں حد درجہ کی انارت تھی (انارت۔ روشن کرنا۔ راہبری کرنا) آپکی وجہ سے قرب ووصول الی الحق کے راستے روشن ہو گئے۔ اور آپکے جمال اور کمال سے

آنکھیں اور دل و دماغ روشن ہو گئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔

فخر الوہابیہ ابراہیم سیالکوٹی رقمطراز ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ سے مجھ عاجز ابراہیم میر کو علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہونیکی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپکی کئی تصانیف میرے پاس موجود ہیں۔ جن سے میں بہت علمی فوائد حاصل کرتا ہوں۔ وہابیہ تجدیدیہ کے مشہور رائیٹر مولوی عبدالرحیم اشرف جو المنیر لائلپور کے اڈیٹر بھی ہیں لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس ظلمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ چہرہ کو اپنی اصلی حالت اور اصل نورانیت کی جلو میں پھر سے ظاہر کریں۔ ان حضرات نے قرآن اور حدیث کے خشک سوتوں کو از سر نو جاری کر دیا۔ اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا۔ جو داعی اسلام فداہ روحی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کئے گئے تھے۔ علماء سُو کو بے نقاب کر دیا گیا۔ ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا گیا اور واشگاف کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے۔ لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر اور تعبیر کے طور پر حجت شرعی بنایا جائے۔ یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن پاکباز نفوس نے انجام دیئے ان کے ۱ اول شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہیں دنیائے اسلام میں مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۲ دوم شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں۔ جنہیں اس ملک میں حدیث نبوی کے علم کو عام کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ۳ سوم شیخ احمد بن عبدالرحیم جنہیں عالم اسلام میں شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

الاعتصام صفحہ ۱۹۵ مارچ ۱۹۵۴ء۔

۲۹ مولانا رومی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ

مولانا رومی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ۔ جلال الدین رومی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

نورِ حق را کس نہ جوید زاد و بود

خلقتِ حق را چہ حاجت تار و پود

اس شعر کا ترجمہ اور تشریح حکیم الامت اشرف علی تھانوی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ نورِ حق کیلئے کون زاد و بود تلاش کرتا ہے۔ اور خلقت حق کیلئے تار و پود کی کیا ضرورت۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا مغز اور اصل نورِ خدا ہے۔ تو اس کی کوئی اور اصل اور اس کے آباؤ اجداد تھوڑا ہی تھے۔ اس کے لئے تو کسی تانے بانے

یا اصل کی ضرورت نہیں۔ اس کی تو یہ شان ہے۔

کمترین خلعت کہ بدہد در ثواب

بر فزاید بر طراز آفتاب

یعنی سب سے گھٹیا خلعت کہ اللہ تعالےٰ ثواب بخشے وہ آفتاب کے نقش و نگار سے بہتر ہے تو بھلا پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان کا کیا ٹھکانہ خوب سمجھ لو۔ کلید مثنوی صفحہ ۱۵ دفتر چہارم مطبوعہ تھانہ بھون۔

علامہ صاحب تفسیر حسینی کا عقیدہ ۳۰

علامہ حسین الدین کاشفی واعظ صاحب تفسیر حسینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وجہ تسمیہ آنحضرت بنور آنست کہ اول چیزیکہ حق تعالیٰ و سبحانہ بنور قدم از ظلمت کدہ عدم بوجود آورد وہ نور وے صلے اللہ علیہ وسلم بود۔ ترجمہ: آنحضور کو نور نام رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آنحضور کا نور پیدا فرمایا اور عدم کے اندھیرے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور ازلی سے آنحضور کا نور پیدا فرمایا۔ آپکی پیدائش کے بعد تمام کائنات کو آپکے لئے ظاہر فرمایا۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ بعد ازاں عالم را برائے ظہور او موجود گردانید۔

نور او چوں اصل موجودات بود

ذات او چوں معطیٔ ہر ذات بود

ترجمہ:۔ جب آنحضور کا نور تمام کائنات کا اصل ہے تو گویا وہی سب کو وجود عطا کرنیوالا ہے۔ تفسیر حسینی فارسی صفحہ ۱۴۰ مطبوعہ نولکشور۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ ۳۱

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ۔ شیخ مصلح الدین سعدی اپنا عقیدہ پیش کرتے ہیں۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست

ہمہ نورہا پرتو نور اوست

ترجمہ:۔ آنحضور جو اللہ تعالےٰ کے ہمکلام ہوئے بجائے پہاڑ طور کے اُن کا طور آسمان بنا اور تمام نورانی ذرات ان کی ذات نورانی کا عکس ہیں۔ "بوستان سعدی"

شیخ عطار کا عقیدہ ۳۲

شیخ عطار کا عقیدہ ۔ شیخ فریدالدین جن کی کتاب پندنامہ اور منطق الطیر درسِ نظامی میں پڑھائی جاتی ہیں ۔ اُن کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ آنحضور نور ہیں ۔ جیسے کہ دیوبندیوں کی مقتدر شخصیت ادریس کاندھلوی اُن کے یہ اشعار اپنی کتاب عقائد الاسلام میں نقل کئے ہیں ۔ اُن سے عیاں ہے ۔

آفتابِ شرع دریائے یقیں
نورِ عالم رحمتہ للعالمیں

ترجمہ :۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم دین کا سورج اور یقین کا دریا ہیں ۔ تمام کائنات کیلئے نور اور رحمت ہیں

آنچہ اوّل شد پدید از جیبِ غیب
بود نورِ پاک او بے ہیچ ریب

ترجمہ :۔ گریبانِ غیب سے جو سب سے پہلے نمودار ہوا ۔ بلاشک وہ آپ ہی کا نورِ مبارک تھا ۔"

علامہ جامی علیہ الرحمتہ کا عقیدہ ۳۳

علامہ عبدالرحمٰن جامی جن کی کتاب جامی شرح کافیہ تمام دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے ۔ ہر عالم دین کہلانے والا علامہ جامی کا مرہونِ منت ہے ۔

فصلی اللہ علے نور کزو شد نور ہا پیدا !
زمیں در حبِّ او ساکن فلک در عشق او شیدا

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس نوری ذات پر نازل ہوں ۔ جس کے نور سے کائنات کی تمام نورانی شخصیات پیدا ہوئیں ۔ کلیاتِ جامی ۔

علامہ یوسف بنہانی کا عقیدہ ۳۴

علامہ یوسف بنہانی جن کی منقبت میں دیوبندیوں کے مشہور مولوی محمد میاں صدیقی جامعہ مدینہ لاہور والے لکھتے ہیں ۔ کہ علامہ یوسف بنہانی چودھویں صدی ہجری کے اوائل کی ایک فاضل اور یگانہ روزگار شخصیت ہیں ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے آپ کو والہانہ عشق تھا ۔ اسکی حرارت

اُن کی تحریروں میں عیاں ہے۔ یہ اسوہ رسول سے عشق اور محبت کا اعجاز تھا جس نے آپ کے قلم سے ہزاروں صفحات آنحضور کی سیرت اور اخلاق حسنہ پر تحریر کر دیئے۔ شمائل رسول صفہ ۹ مطبوعہ لاہور۔

☆ ـــــــ علامہ نبہانی نے اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح فرمایا۔

ے وھو نور الانوار اصل البرایا

حین لا ادم ولا حوا !

ترجمہ:۔ وہ نوری ذات جو تمام نوری ذوات اور تمام کائنات کا نور و اصل ہیں۔ وہ نوری شخصیت موجود تھی۔ جب آدم اور حوا بھی موجود نہ تھے۔ طیب السفرا فی مدح سید الانبیاء صفہ ۱۸ پھر فرمایا کان اذا تبسم فی اللیل اضاء البیت۔ جواہر البحار صفہ ۴۳۲۔

ترجمہ:۔ جب آپ تبسم فرماتے تو نور سے مکان روشن ہو جاتا۔ پھر فرمایا انہ صلے اللہ علیہ وسلم کان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نوراً۔ ترجمہ:۔ آپکے جسم مُبارک کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نہ تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔ جواہر البحار صفہ ۱۱۔ پھر لکھتے ہیں اوّل ما خلق اللہ نورہ ومنہ خلق الخلائق کلھا۔ ترجمہ:۔ اللہ تعالے نے سب سے پہلے آپکی نوری حقیقت پیدا کی پھر اس سے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ الدلالات الواضحات صفہ ۳ ـ برحاشیہ دلائل الخیرات

علامہ دحلان کا عقیدہ ۳۵

☆ ـــــــ برحاشیہ دلائل الخیرات۔ علامہ احمد دحلان زینی مکی علیہ الرحمتہ بارگاہ مصطفوی میں عقیدہ پیش کرتے ہوئے عرض گزار ہیں۔

ے لاوّل الخلق نورہ کان قدما

منہ عرش الرحمن تمّ و تمّا

حل نورہ بظھر ابیہ

آدم ثم فی کرام بنیہ

ترجمہ:۔ آپ کا نور قدیم سب سے پہلے پیدا ہوا۔ اسی سے عرش پیدا ہوا۔ پھر آپ کا نور آدم علیہ السلام

کے جبہ میں اترا پھر ان کے ابناء کرام میں منتقل ہوتا چلا آیا۔ افضل الصلوٰۃ صفہ ۲۰۵۔ علامہ دحلان وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق دیوبندیوں کے مقتدر مولوی عاشق علی میرٹھی نے لکھا ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے پہلے سفر حج جو کہ فرض تھا مکہ میں شیخ المشائخ مولانا الشیخ دحلان مفتی شافیہ سے روایت و اجازت حدیث حاصل کی۔ تذکرۃ الخلیل صفہ ۲۸۔

میاں محمد جہلمی کا عقیدہ ۳۶

☆ ——— میاں محمد مرحوم کھڑی شریف والے جو مشہور و معروف کتاب سیف الملوک کے مصنف ہیں اور مقام ولایت میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں حضور پرنور کی نورانیت کا تذکرہ عجیب دلکش انداز میں کرتے ہیں۔ اپنے عقیدہ کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پنجابی اشعار

ے نور محمد روشن آہا آدم جدوں نہ ہویا
اول آخر دوہیں پاسیں اوہا مُل کھلویا
کرسی عرش نہ لوح قلم سی سورج چن نہ تارے
تدوں دی نور محمد والا دیندا سی چمکارے
سبھے نور اُسے دے نوروں اُس دا نور حضوروں
اُس نوں تخت عرش دا ایلیا موسیٰ نوں کوہ طوروں (سیف الملوک)

استغاثہ ۱

☆ ——— استغاثہ برائے طلب اعانت و شفاعت بدرگاہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ
دست گیری کیجئے میرے نبی کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
لَیْسَ لِیْ مَلْجَاءٌ سِوَاکَ اَغِثْ مَسَّنِی الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
غَشَّنِی الدَّھْرُ یَا ابْنَ عَبْدِ اللّٰہِ کُنْ مُغِیْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف　　　اے میرے مولا خبر لیجئے میری

لیس لی طاعۃ ولا عمل　　　بید حبک فھو لی عددی

کچھ عمل ہے اور نہ طاعت میرے پاس　　　ہے مگر دل میں محبت آپ کی

یا رسول الالٰہ بابک لی　　　من غمام الغموم ملتحدی

میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول　　　ابر غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی

جد بلقیاک فی المنام وکن　　　ساتر الذنوب والفند

خواب میں چہرہ دکھا دیجئے مجھے　　　اور میرے عیبوں کو کر دیجئے خفی

انت عاف ابر خلق اللہ　　　ومقیل العثار واللدد

درگذر کرنا خطا و عیب سے　　　سب سے بڑھ کر ہے یہ خصلت آپکی

رحمۃ للعباد قاطبۃ　　　بل خصوصا لکل ذی اود

سب خلائق کیلئے رحمت ہیں آپ　　　خاص کر جو ہیں گنہگار و غوی

لیتنی کنت ترب طیبتکم　　　فالثمت النعال ذا قدم

کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک　　　نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی

فاصلی علیک بالتسلیم　　　متحفا عند حضرت الصمد

آپ پر ہوں رحمتیں بے انتہا　　　حضرتِ حق کی طرف سے دائمی

لعداد الرمال والانفاس　　　والنبات الکثیر المنتضد

جس قدر دنیا میں ہیں ریت اور سانس　　　اور بھی ہے جس قدر روئیدگی

وعلی الآل کلھم ابدا　　　بالغا عند منتھی الامد

اور تمہاری آل پر اصحاب پر　　　تا بقائے عمر دار اخروی

از مفتی الٰہی بخش کاندھلوی بھوپالوی نشر الطیب صفحہ ۱۸۶ مطبوعہ ایم ایچ سعید کمپنی۔

استغاثہ ۲

☆ وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ ۔ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

جہاز امت کا کر دیا ہے آپکے ہاتھوں بس اب ڈباو یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

از پیر و مرشد بزرگان دیوبند حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ۔ گلزار معرفت صفحہ ۲ مطبوعہ دیوبند ۔

استغاثہ ۳

☆ وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ ۔ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

کالی کملی والے آقا ذرا خبر لے منجدھار میں ہے بیڑا خیر الانام اپنا

اے ناخدائے امت اب آن کر ترا دو عالم سے ورنہ شاہا مٹتا ہے نام اپنا

از سردار الوہابیہ نجدیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث صفحہ ۶ ، ۷ جولائی ۱۹۱۶ء

استغاثہ ۴

☆ وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ ۔ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

میں بھی ہوں ان کی چشم شفاعت کا منتظر اے چارہ ساز میں بھی ہوں بیمار مصطفے

از فاضل نجدیہ راسخ عرفانی ابن فخر الوہابیہ مولوی محمد حسین گوجرانوالہ کی الاعتصام لاہور ۱۰ ۔ ۷ ۔ ۵۷

استغاثہ ۵

☆ وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ ۔ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی و چارہ کار

از محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند ۔ قصائد قاسمی صفحہ ۲۔۵ مطبوعہ دیوبند ۔

استغاثہ ۶

☆ وَاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖ ۔ اسی قسم کا ایک اور استغاثہ

بدسہی، چور سہی مجرم و ناکارہ سہی ۔ اے وُہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا
میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی! مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

از کاتب الحروف منور شاہ عفی عنہ ۱۹ر اگست ۱۹۸۶ء

☆ بزبان اعلیٰحضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ ۔ حقیر نے جو کچھ لکھا خلوص نیت سے لکھا۔ راہ صواب اختیار کیا۔ حد اعتدال سے ذرا بھر نہیں ہٹا۔ اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو قبول فرمائے اور اخروی زندگی میں میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ اے اللہ اس نوری حقیقت کے طفیل صلے اللہ علیہ وسلم دُنیا میں میرے گناہ ڈھانپے رکھنا اور آخرت میں مغفرت فرمانا۔ میرے اس مختصر رسالہ کو شرف قبولیت انام بخشنا۔ تاکہ لوگ اسے شوق سے پڑھیں۔ اور عاصی کیلئے تاقیامت صدقہ جاریہ رہے۔ آمین ثم آمین

☆ کاتب صاحبزادہ سلطان علی ذوالفقی ———— چکوالی

کتاب حقیقتِ محمدّیہ کا

دوسرا حصہ علمِ النبی الکریم

مسئلہ علمِ الرسول

ازروئے قرآن مجید

عرضِ حال

یہ رسالہ مختصراً صرف قرآنی آیات سے دلائل پیش کر کے لکھا گیا ہے۔ اس لئے رسالہ میں احادیث، اقوال مفسرین و متقدمین پیشِ نظر نہیں کیا۔ لہٰذا اس کو سمجھنے کیلئے صرف قرآنی آیات پر غور کیا جائے۔ اور مسئلہ کو بادی نظر سے پڑھ کر نظر انداز نہ کیا جائے۔ بلکہ علم غیب پر ایک تحقیقی رسالہ ہے۔ جس کے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

احقر الناس

سید منور شاہ عفی عنہ

مطابق ۷ ذِوالقعدۃ

سنہ ۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالہ مسئلہ علم غیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم

عقیدہ :۔ متعلقہ بعلم الٰہی از روئے قرآن مجید۔

علم الٰہی غیر متناہی ہے۔ ازلی ابدی ہے۔ غیر مکتسب ہے۔

پ۱۶ رکوع ۳ قل لو کان البحر الخ

پ۲۱ رکوع ۱۲ ولو ان ما فی الارض الخ

عقیدہ :۔ متعلقہ بعلم الرسول صلے اللہ علیہ وسلم۔

متناہی غیر ازلی غیر ابدی مکتسب ہے۔ جس کی ابتداء بعد بعثت ہے۔ بذریعہ الہام الٰہی و رویاء صادقہ و بذریعہ تکلم باللہ تعالیٰ در شب معراج وغیرہ و بذریعہ وحی جبرئیل علیہ السلام۔

پ۲۶ رکوع ۱ قل ما کنت بدعا الخ

پ۲۵ رکوع ۶ قل ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الخ

پ۲۵ رکوع ۶ وما کان لبشر ان یکلمہ الخ

تفصیل عقیدہ بعلم الٰہی و علم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

★ اللہ تعالےٰ کا علم بحر بیکراں ہے۔ جس کی ابتداء انتہا نہیں۔ ازلی ابدی ہے۔ کیا انبیاء و کیا اولیاء ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک قطرہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم محدود ہے جو زمانہ نبوت سے شروع ہوا۔ اور تا اختتام اسباب علم الہام۔ رویاء صادقہ تکلم باللہ و وحی جبرئیل بڑھتا رہا۔ یعنی آپ کا علم بدء خلق سے تا قیام الساعۃ جمیع کائنات کو حاوی ہے۔ آپ کا علم ملکہ اور قوت ہے۔ جس چیز کی طرف آپ توجہ فرماتے ہیں۔ وہ چیز آپ کے سامنے بصورت معلوم حاضر ہوتی ہے جیسے شب معراج کی صبح مسجد اقصیٰ وغیرہ آپ کے پیش نظر رہے۔

دلیل اوّل

★ —— القرآن یفسر بعضہ بعضاً" یعنی بعض قرآن دُوسرے بعض کی تفسیر کرتا ہے۔

قرآن مجید میں ہر چیز اور غائب وحاضر موجود ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا دُوسرا نام کتاب مُبین ہے۔ اور کتاب مُبین میں ہر چیز حاضر وغائب موجود ہے۔ پ۲۰ رکوع ۲ وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتاب مبین۔ پ۲۲ رکوع ۸ لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ الخ پ۷ رکوع ۱۳ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مُبین۔ مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہُوا۔ کہ ہر چیز غائب وحاضر کتاب مبین میں موجود ہے۔ اور قرآن مجید ہی کتاب مبین ہے۔ پ۲۵ رکوع ۸ پ۱۱ رکوع ۱۴ پ۲۰ رکوع ۴ پ۱۹ رکوع ۱۶۔ پ۱۲ رکوع ۱۱۔ پ۶ رکوع ۷۔

★ —— پس معلوم ہُوا کہ بدء خلق سے قیامت تک ہر شے قرآن مجید میں موجود ہے، اور اِس کا علم آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

ایک شُبہ اور اُس کا جواب (۱)

★ —— اگر ہر چیز قرآن میں موجود ہے تو بتایا جائے کہ دُنیا کے حالاتِ حاضرہ کہاں لکھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

"الجواب" قرآن مجید دو حصوں میں مُنقسم ہے۔ ایک قسم محکمات جس کا علم ہر قرآن پڑھنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے۔ دُوسرا مُتشابہات، جس کا علم خاص آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ پہلی چیز کہ قرآن مجید دو قسم ہے۔ پ۳ رکوع ۸ منہُ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابہات۔ دُوسری چیز کہ متشابہات کا علم آنحضور کو حاصل ہے پ۲۹ رکوع ۱۷ لا تحرک بہ لسانک الخ فاتبع ان علینا بیانہٗ۔ خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ ہر چیز قرآن مجید میں ہے اور ہر چیز کا علم آنحضور کو حاصل ہے۔ واقعاتِ حاضرہ وغیرہ متشابہات حروفِ مقطعات میں ہیں۔ جن کے بیان کرنے اور آپ کے سینے میں جمع کرنے کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔

ایک اور شُبہ اور اُس کا جواب (۲)

★ —— کتاب مُبین سے مُراد لوحِ محفوظ ہے یا قرآن مجید۔

"الجواب" لوحِ محفوظ کے لئے قرآن مجید میں ام الکتاب کا لفظ مُستعمل ہے۔ پ۲۵ رکوع ۸ وانہ فی ام

الکتاب لدینا۔ قرآن مجید لوح محفوظ کی جزء ہے۔ قرآن مجید کے جملہ علوم ام الکتاب میں موجود ہیں۔ قرآن مجید پر کتاب مبین کا اطلاق بالذات ہے۔ اور لوح محفوظ پر بالتبع ہے۔ یعنی تسمیۃ الکل باسم جزء یعنی لوح محفوظ پر اس لئے کتاب مبین بولا گیا ہے۔ کہ کتاب مبین یعنی قرآن مجید اس کی جزء ہے۔ اسی لئے بعض مفسروں اور مترجموں نے کتاب مبین سے مراد قرآن مجید لیا ہے ورنہ دراصل لوح محفوظ کا نام ام الکتاب ہے۔ اور قرآن مجید کا نام کتاب مبین ہے۔

دوسری دلیل

★ ـــــــ کُلٌّ اور شیئٌ کا لفظ عام ہے۔ ہر غائب، حاضر، گذشتہ، موجودہ اور آئندہ سب پر بولا جاتا ہے۔ پھر کُلُّ شیئٍ بصورت ترکیب اضافی مزید عموم پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے پ۱۳ رکوع ۶ تفصیل کُلِّ شیئٍ پ۱۴ رکوع ۱۸ تبیاناً لکل شیئٍ پ۱۵ رکوع ۲ کُلَّ شیئٍ فصلناہ تفصیلاً۔

★ ـــــــ خلاصہ کلام قرآن مجید ہر غائب، حاضر، گذشتہ اور آئندہ کی تفصیل اور بیان ہے ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ۔ پ۷ رکوع ۱۰ قرآن مجید میں کسی چیز کو چھوڑا نہیں گیا۔ کسی چیز کے بیان کی کمی نہیں۔ اس پر بھی سابقہ شبہ اور سابقہ جواب ہے۔

تیسری دلیل

★ ـــــــ علمك مالم تکن تعلم وکان فضل الله علیك عظیماً

پ۵ رکوع ۱۴ ما کا لفظ عام ہے۔ یعنی ہر چیز جس کا علم آپ کو پہلے نہ تھا اس کا علم عطا ہوا۔ خواہ غائب ہے خواہ حاضر گذشتہ ہے یا آئندہ، سب کا علم آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا۔

چوتھی دلیل

★ ـــــــ اللہ تعالےٰ نے آپ کو "شاھد" کا لقب عطا کیا ہے۔ شاہد شہادت سے ہے۔ شہادت کا معنی حضور ہے۔ یعنی آپ باعتبار علم حاضر مطلق ہیں۔ "حضور" وصف حادث ہے۔ اس لئے آپ کا حضور علمی بدءِ خلق سے قیامت تک ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ بدءِ خلق سے قیامت تک تمام کائنات (آپ کے سامنے) حاضر ہے۔ اور آپ تمام کائنات کا معائنہ کرتے ہیں۔ پ۲۲ رکوع ۳ یا ایھا النبی انا ارسلناك شاھداً۔ پ۲۶ رکوع ۹ انا ارسلنٰك شاھداً ومبشراً۔ آپ آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے اعمال و احوال سے واقف ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز آپ کے

زیر نظر ہے۔ اعمال واحوال کی واقفیت کی وجہ سے ہی آپ تمام انسانوں پر گواہی دینگے۔ کسی کے حق میں شہادت تزکیہ ہوگی۔ یعنی (امت محمدیہ کیلئے) اور کسی کے حق میں شہادت برائے اثبات جرم ہوگی۔ جیسے امت مدعوہ کافرہ کے حق میں پ۲ رکوع ۱ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ پ۱۴ رکوع ۱۸ ویوم نبعث فی کل امۃ شہیدا۔ پ۵ رکوع ۳ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید پ۱۷ رکوع ۱۶ لیکون الرسول علیکم شہیدا۔ پ۲۹ رکوع ۱۳ انا ارسلنا الیکم رسولا شاہدا علیکم۔

ان آیات میں سے پہلی آیت اور چوتھی آیت میں کم ضمیر کی مخاطبین امت محمدیہ ہے۔ جس کے حق میں آپ کی شہادت تزکیہ ہوگی۔ اور باقی آیات میں کم ضمیر کے مخاطب اور ھؤلاء اسم اشارہ کے مشارٌ الیہ الناس ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کی پوری اولاد بلکہ جن وانس جن کا ذکر پ۹ رکوع قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اور پ۱۸ رکوع ۱۶ لیکون للعالمین نذیرا میں کہا گیا ہے۔ یعنی آپ جن وانس سب کے نبی ہیں۔ اور اُن کے اعمال واحوال سے واقف ہیں۔

پانچویں دلیل

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں اور جنوں کے نبی ہیں۔ چنانچہ چوتھی دلیل گزر چکی ہے۔ جنوں میں شیطان بھی داخل ہے۔ اور انسانوں میں جمیع انبیاء بھی داخل ہیں۔ نیز آنحضور کے نبی الانبیاء ہونے کے ثبوت میں آیت پ۳ رکوع ۱۷ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ بھی موجود ہے۔ جمیع انبیاء سے عہد لیا گیا۔ کہ خود بھی اور اپنی اُمت کو بھی تلقین کریں۔ کہ بعد میں آنے والے نبی کے ساتھ ایمان لائیں۔ چونکہ آنحضور آخری نبی ہیں۔ ہر سابقہ نبی آپ کی اُمت میں داخل ہے۔ لہٰذا جو علم جملہ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے۔ وہ سب علم آنحضور کو حاصل ہوگا۔ چونکہ نبی کا علم اُمتی سے زیادہ ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام کو جو علم پ۱ رکوع ۴ وعلم آدم الاسماء کلھا سے حاصل ہوا۔ یا ابراہیم علیہ السلام کو پ۷ رکوع ۱۵ وکذالک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض یا عیسیٰ علیہ السلام کو پ۳ رکوع ۱۳ وَاُنَبِّئُکُمْ بما تاکلون وما تدخرون۔ یا حضرت خضر علیہ السلام کو۔ پ۱۵ رکوع ۲۱ وعلمناہ من لدنا علما۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام کو پ۱۲ رکوع ۱۵ لا یاتیکما طعام ترزقنہ یا حضرت یعقوب علیہ السلام کو پ۱۳ رکوع ۵ انی لاجد ریح یوسف یا عزازیل احمد شیطان اور اُس کے قبیلے کو پ۸ رکوع ۱۰ انہ یراکم ھو وقبیلہ۔ پ۸ رکوع ۹ ثم لاٰتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم۔ ان سب کو جو علم ہے۔ وہ علم آنحضور کو حاصل اور مزید اس کے

علاوہ بھی آپ کو حاصل ہے۔

چھٹی دلیل

انسانوں کو فرشتوں پر فوقیت ہے کیونکہ انسان فرشتوں کا مسجود لہ ہے
پ رکوع ۴ واذ قال ربک للملئکۃ الخ پھر جملہ انسانوں پر آنحضور کو شرف و فوقیت حاصل ہے۔ اور شرف و فوقیت بغیر علم حاصل نہیں ہو سکتی۔ لہذا جو علم جمیع ملائکہ کو حاصل ہے۔ وہ آنحضور کو حاصل ہے۔ بارش برسانا، روح قبض کرنا، تدبیر امور ان سب کا علم جس طرح ملائکہ کو حاصل ہے۔ آنحضور کو بھی حاصل ہے۔ پ رکوع ۱۴ توفتہ رسلنا الخ پ۲۵ رکوع ۱۴ فیھا یفرق کل امر حکیم۔ پ۳ رکوع ۳ فالمدبرات امراً۔ علم قیام الساعۃ بھی آپ کو حاصل ہے۔ پ۲۹ رکوع ۱۳ قل ان ادری اقریب ما توعدون الخ ما توعدون سے مراد قیام الساعۃ اور فلا یظہر علی غیبہ۔ پ۲۹ رکوع ۱۲ سے بھی غیب خاص قیام الساعۃ پھر الا من ارتضی میں استثناء کرنے سے معلوم ہوا کہ قیام الساعۃ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا گیا۔ ہاں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اظہار علم قیام الساعۃ کی اجازت نہ تھی۔ پ۳ رکوع ۴ فیما انت من ذکراھا۔ پ۹ رکوع ۱۳ یسئلونک کانک حفی عنھا۔ دونوں آیتوں میں استفہام انکاری ہے۔ کہ آپ قیام الساعۃ کا ذکر نہیں کر سکتے۔ اور نہ اُس کے متعلق بحث کر سکتے ہیں۔

وہ آیات جن سے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عدم علم پر استدلال کیا جاتا ہے۔

پہلی آیت

قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔
پ۷ رکوع ۱ وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو۔ پ رکوع ۱۳ اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ان کو بھی کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا نہیں جانتا۔ چہ جائیکہ کوئی غیب کو جانتے

الجواب (۱):-

غیب کے دو معنے کئے گئے ہیں۔ پہلا معنی مفسر بیضاوی نے کیا ہے
مالا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداہۃ العقل۔ غیب وہ ہے جسے حواس خمسہ پا نہیں سکتے اور نہ ہی عقل کی سوچ بچار سے اس کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے بدء خلق سے تا قیام

الساعۃ کی جملہ اشیاء احوال واعمال غیب ہی نہیں کیونکہ یہ سب حواس خمسہ سے معلوم کی جاسکتی ہیں۔ اور سوچ بچار سے عقل انہیں معلوم کر سکتا ہے پس ان آیات میں غیب سے مراد اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور معلومات ازلی وابدی مراد ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جان ہی نہیں سکتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ عالم الغیب والشھادۃ پ۲۸ رکوع ۱۴ کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر دو اشیاء کو جانتا ہے۔ خواہ وہ ایسے غیب ہیں جنہیں حس اور عقل نہیں پاسکتے۔ یا وہ ایسے ہیں جنہیں حس اور عقل پاسکتے ہیں۔ آنحضورؐ کا علم دوسری قسم کی اشیاء کے ساتھ ہے جنہیں عقل وحس پاسکتے ہیں۔ یعنی اشیاء کائنات حادثہ جو بدء خلق سے تاقیامت موجود ہونے والی ہیں۔ پس یہ آیات ہمارے مدعا کے خلاف ہی نہیں۔

★ ——— دوسرا معنی علامہ فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر نے کیا ہے۔ ما یکون غائباً عن الحواس۔ غیب وہ چیز ہے۔ جو حواس خمسہ سے چھپی ہوئی ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے ان آیات میں غیب سے مراد بعض غائب مراد ہیں۔ جن کا ذکر پہلے معنی میں ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ومعلومات ازلی وابدی جو خاصہ خدا ہیں۔ ان آیات میں جمیع غائب مراد نہیں۔ ورنہ قرآن میں تعارض وتناقض لازم آتا ہے کیونکہ بعض غیوب کا علم بالاتفاق نص سے ثابت ہے جیسے پ۴ رکوع ۹ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب۔ پ۲۹ رکوع ۱۲ فلا یظھر علی غیبہ الا من ارتضی من رسول۔ پس ان آیات میں نفی بعض غیب کی ہے نہ کہ جمیع غیب کی اور بدء خلق سے تاقیام الساعۃ بعض غائب کا ثبوت ہے۔ پس یہ آیات بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں۔ یعنی بعض غیب خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اور بعض آنحضورؐ کو جتلا دیئے گئے ہیں۔

خلاصۃ الجواب:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کی تخصیص ہے۔ ورنہ مطلق غیب کی صورت میں یا جمیع غیب کی صورت میں قرآن مجید میں تعارض وتناقض لازم آتا ہے۔ اور بعض غیب کی صورت میں یہ آیات ہمارے مدعا کے خلاف نہیں۔

دوسری آیات:۔ وللہ غیب السموات والارض۔ پ۱۲ رکوع ۱۰ وللہ غیب السموات والارض پ۱۴ رکوع ۱۷ لہ غیب السموات والارض۔ پ۱۵ رکوع ۱۶ الم یاتکم نبؤا الذین الخ لا یعلمھم الا اللہ۔ پ۱۳ رکوع ۱۴۔ ان آیات میں ظرف مقدم کرکے یعنی للہ کا لفظ پہلے لاکر اور لفظ استثناء یعنی الا اللہ لاکر علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ یعنی زمینوں اور آسمانوں اور آنحضورؐ سے لے کر نوح علیہ السلام تک کی امتوں کا حال خاص اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

الجواب ۲ :-

ان آیات میں علم ذاتی کا حصر ہے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دیئے بغیر کوئی جان نہیں سکتا ۔ ان مغیبات کا علم صرف انہیں حاصل ہو سکتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ بتلائے ۔ اگر اللہ تعالیٰ نہ بتلائے تو کوئی جان نہیں سکتا ۔ اس کی مثال لہٗ ملک السمٰوٰت والارض پ رکوع ۱۳ لہٗ ما فی السمٰوٰت والارض پ رکوع ۱۴ لہٗ مقالید السمٰوٰت والارض ۔ پ۲۴ رکوع ۳ لہٗ الجوار المنشآت فی البحر ۔ پ رکوع ۱۲ لہٗ من فی السمٰوٰت والارض پ رکوع ۲ ان آیات میں ملک ، اشیاء ، مقالید ، عباد کا حصر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے یعنی یہ چیزیں خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ۔ مگر یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دے رکھی ہیں ۔ اس کے دیئے بغیر کوئی انہیں حاصل نہیں کر سکتا ۔ اسی طرح زمینوں آسمانوں اور گزشتہ امتوں کا علم خاص اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے ۔ اس کے دیئے بغیر کوئی جان نہیں سکتا ۔

تیسری آیت :-

(ا) قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب پ رکوع ۱۱

(ب) لو کنت اعلم الغیب پ۹ رکوع ۱۳ ان آیات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح علیہ السلام نے غیب جاننے سے انکار کیا ہے ۔ پھر دوسرا کیسے کہہ سکتا ہے کہ انہیں علم غیب حاصل ہے ۔

الجواب ۳ :-

ان آیات میں بھی خود بخود غیب جاننے کا انکار ہے ۔ یا جمیع غیب جاننے کا انکار ہے ۔ ورنہ بعض غیب کا علم باطلاع خداوندی نص قطعی سے اور باتفاق ثابت ہے ۔ ورنہ قرآن مجید میں تعارض وتناقض واقع ہوگا ۔ جیسا کہ جواب ۱ میں گذر چکا ہے ۔

چوتھی آیت :

رسلا لم نقصصھم علیک پ۶ رکوع ۳ ومنھم من لم نقصص علیک پ۲۴ رکوع ۱۳ ان آیات میں صاف کہا گیا ہے ۔ کہ ہم نے بعض امم ماضیہ کا علم

آنحضورؐ کو نہیں دیا۔

الجواب ۴ :-

★ ان آیات میں لفظ قصہ مذکور ہے۔ قصہ کا معنی واقعہ کو تفصیلاً بیان کرنا ہے

جیسے ابراہیم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے قصص قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور ہر پڑھنے والا پڑھ

سکتا ہے۔ لیکن بطور مفہوم مخالف یہ کہنا کہ آنحضورؐ کو ان کا علم نہیں۔ یہ غلط ہے۔ آنحضرتؐ قیامت کے دن ہر نبی کی اُمت پر

گواہ ہونگے جیسے ویوم نبعث فی کُلِّ اُمۃٍ بشھید پ۵ رکوع ۳ وکیف اِذا جِئنا من کُلِّ اُمۃ بشھید

لفظ کُلّ اور مِنْ دونوں عموم کیلئے ہیں۔ اور اگر آپ کو جملہ انبیاء اور ان کی اُمتوں کا علم نہ دیا گیا ہوتا تو آپ اُن کے انکار

پر اُن کے خلاف کیسے شہادت دینگے۔ آنحضورؐ کو اِن کا علم بذریعہ مُتشابہات دیا گیا۔ اگرچہ اُمتِ محمدیہ کو تمام انبیاء کے

قصائص سے آگاہی نہیں۔

پانچویں آیت :-

★ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اُجِبتُم قالوا لاعلم

لنا۔ پ رکوع ۵ روز قیامت اللہ تعالیٰ انبیاء علیھم السلام سے پُوچھے گا۔ کہ اُمتوں نے تمہیں کیا جواب دیا۔ تو

جواب میں انبیاء علیہم السلام عرض کرینگے۔ ہمیں کوئی علم نہیں۔ اِن رسولوں میں آنحضورؐ بھی شامل ہونگے۔ معلوم ہوا

آنحضورؐ کو سابقہ امم اور اپنی اُمت کا علم تک نہ ہوگا۔

الجواب ۵ :-

★ انبیاء علیہم السلام تواضعاً یہ عرض کرینگے کہ ہمارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے

مقابلہ میں ہیچ ہے۔ ورنہ ہر نبی کو اپنی بیتی کا پورا علم ہے۔ بعد میں آنحضورؐ فرمایئں گے۔ وقال الرسول یا رب

ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ پ۱۹ رکوع ۱۔

چھٹی آیت :-

★ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم پ۱۱ رکوع ۲

آنحضورؐ کو خطاب ہے۔ کہ آپکو مدینہ کے منافقین کا علم بھی نہ تھا۔ چہ جائیکہ گذشتہ یا آئندہ اُمتوں کا علم ہو

الجواب ۶ :-

اس آیت میں آنحضور ؐ کو منافقین کی حالت پر کڑی نگرانی رکھنے کی تنبیہ ہے۔ ورنہ دوسری آیت میں واضح ہے کہ حضور ؐ کو منافقین واضح طور پر معلوم تھے۔ مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو چکا تھا۔ منافقین کوئی چھپے ہوئے نہ تھے۔ ما کان اللہ لیذر المومنین پ۴ رکوع ۵ یعنی اللہ تعالیٰ نے عام مومنین پر بھی منافقین واضح کر دیئے تھے۔ چہ جائیکہ آنحضور ؐ کو علم نہ ہو۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ولتعرفنھم فی لحن القول پ۲۶ رکوع ۸ کہ ان کے دل کے بغض و عناد بھی آپ پر چھپے نہ رہیں گے۔ اور مزید آپ ان کو طرز کلام سے بھی بھانپ لیں گے۔ حضور ؐ کو منافقین سے جہاد کا حکم فرمایا یعنی ایسا سلوک جو جہاد کی طرح سخت ہو نہ کہ تلوار سے جہاد کرنے کا حکم ہے جاھد الکفار والمنافقین پ۱۰ رکوع ۱۹ اگر منافقین کا علم آپ کو نہ ہوتا تو جہاد کا حکم کیسے ہوتا خذوھم و اقتلوھم حیث ثقفتموھم پ۵ رکوع ۹ اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا پ۲۲ رکوع ۵ — سنعذبھم مرتین پ۱۱ رکوع ۲ آنحضور ؐ کی امت کو حکم ہوتا ہے۔ کہ جہاں انہیں پاؤ قتل کرو۔ انہیں دگنا عذاب ہوگا۔ ایک دنیا میں آپ کے ہاتھوں، دوسرا آخرت میں فرشتوں کے ہاتھوں۔ تو ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مومنین کو منافقین کا علم تھا۔ تو آنحضور ؐ کو تو بطریق اولیٰ علم ہے۔

ساتویں آیت :-

وما علمناہ الشعر پ۲۳ رکوع ۴ ہم نے (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کو شعر کا علم نہیں دیا۔

الجواب :-

یہاں شعر کا معنی افترا ہے۔ یعنی ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو افتراء کی تعلیم نہیں دی۔ کیونکہ آیت کفار کے اقوال کی تردید میں ہے۔ کفار کہتے تھے۔ محمد مفتری ہے خود ساختہ ذہنی تخلیات لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے پ۲۳ رکوع ۶ یقولون ائنا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون پ۱۷ رکوع ۱۵ بل افتراہ بل ھو شاعر پ۲۷ رکوع ۲ ام یقولون شاعر نتربص بہ ریب المنون۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تردید کی کہ ہم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری، جھوٹا اور تخلیات ذہنی خود ساختہ پیش کرنے والا نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے آپ کو علم و حکمت اور قرآن سکھایا ہے افترا آپ کے شایان شان نہیں۔

آٹھویں آیت :-

★ ان الساعة اٰتیة اکاد اخفیھا پ۱۶ رکوع ۱۰ ان اللہ عندہ علم الساعة ۔ الیہ یرد علم الساعة پ۲۵ رکوع ۱ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے ۔ کہ علم الساعة اللہ تعالیٰ کا خاص مخفی راز ہے ۔ اس کے سوا کسی کو کوئی پتہ نہیں کیونکہ ان سب آیات میں حصر موجود ہے ۔

الجواب :-

★ اس حصر کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی انسان خود بخود بغیر اطلاع جان نہیں سکتا ۔

★ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی کسی کو اطلاع نہیں دی اس حصر کی چند واضح مثالیں ملاحظہ کریں ۔ ان اللہ عندہٗ حسن الثواب پ۴ رکوع ۱۱ ان اللہ عندہٗ اجر عظیم پ۹ رکوع ۱۰ واللہ عندہ حسن مآب پ۳ رکوع ۹ یعنی حسن الثواب ۔ اجر عظیم حسن المآب کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے بغیر یہ کسی کو حاصل نہیں ۔ یہ مطلب نہیں ۔ کہ حسن الثواب ، اجر عظیم اور حسن المآب اللہ تعالیٰ نے کسی کو دیئے ہی نہیں ۔ ہر نبی اور مومن کو یہ عطایات حاصل ہیں ۔ یہ سب چیزیں آنحضورؐ کو دے رکھی ہیں اسی طرح علم الساعة بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ۔ جس کو چاہے دیتا ہے ۔ علم قیامت اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو عطا کیا ہے ۔ جیسا کہ ساتویں دلیل ثبوت علم میں گذر چکی ہے ۔ اکاد اخفیھا کے الفاظ میں غور کریں ۔ اس کا معنے یہ ہے علم الساعة اتنا اہم اور مخفی راز ہے ۔ کہ میں اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا ۔ قریب تھا کہ میں اسے مخفی رکھوں ۔ اس کی مثال واضح طور پر سمجھیں ۔ پ۱۶ رکوع ۹ وقالوا اتخذ الرحمٰن ولدا ۔ لقد جئتم شیئًا ادًّا ۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ ۔ یعنی نصاریٰ نے کہا ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا بنایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے بڑی بھاری بات کی ہے کہ قریب ہے ۔ اس سے آسمان پھٹ جائیں ۔ یعنی نصاریٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہنا اتنا بھاری ہے کہ آسمان پھٹ جائیں ۔ لیکن اس کے باوجود آسمان نہیں پھٹے اسی طرح علم الساعة اتنا اہم مخفی راز تھا کہ یہ ہمیشہ مخفی ہی رہے لیکن ظاہر کرنا ہی کرنا ہے ۔ ملائکہ موکلہ کو اس کا علم ضروری ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا ہی دینا ہے ۔ جیسے فرمایا پ۲۹ رکوع ۱۲ قل ان ادری اقریب ما توعدون ما توعدون سے مراد علم الساعة اور فلا یظھر علی غیبہ احدا سے مراد بھی علم الساعة ہے ۔ پھر الا من ارتضیٰ

من رسول استثناء کرکے واضح کر دیا گیا۔ اپنے خاص نبی کو علم خاص "غیب ظاہر کر دیا گیا یا ظاہر کر دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ علم الساعۃ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ موکلہ پر ظاہر کرنا ضرور تھا۔ اس لئے مخفی نہ رکھا گیا۔ اور الیہ یرد علم الساعۃ کا مطلب یہ کہ سلسلہ علم کا لوٹتے لوٹتے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ یعنی مخلوق میں جس کو علم الساعۃ حاصل ہے۔ وہ لوٹتے لوٹتے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ رد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے کسی سے مکتسب نہیں۔

نانویں آیت :-

★ ان ادری اقریب ما توعدون پ۲۹ رکوع ۱۲۔ آنحضور اعلان فرما رہے ہیں۔ کہ میں نہیں جانتا کہ قیامت قریب ہے یا بعید۔

الجواب ۹ :-

★ اس قسم کی ساری آیات مکی ہیں۔ شروع نبوت میں آپ کو علم نہ تھا بعد میں عطا ہوا۔ مکہ ہی میں یہ علم عطا ہو گیا۔ دیکھو سورۃ الجن فلا یظھر الخ

دسویں آیت :-

★ یسئلک الناس عن الساعۃ ۔ پ۲۲ رکوع ۵۔ یہ آیت مدنی ہے۔ اس میں بھی عدم علم کا ذکر ہے۔ اگر مکہ میں قیامت کا علم ہو گیا تھا۔ تو مدینہ میں پھر علم کی کیوں نفی کی گئی۔

الجواب ۱۰ :-

★ آپکو مدینہ میں قیام الساعۃ کا علم تھا۔ مگر مکہ میں ہی آپ کو اس کے اظہار سے روک دیا گیا تھا۔ پ۳۰ رکوع ۲ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا الخ کفار کی عادت تھی کہ جس بات کا جواب نہ ملتا اس کے متعلق بار بار سوال کرتے۔ قیام الساعۃ کے وقت کا جواب نہ پا کر کفار مدینہ اور یہودی وغیرہ پھر سوال کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دینے اور اظہار علم قیامت سے روک دیا۔ فرمایا فیم انت من ذکراھا پ۳۰ رکوع ۲ فیم استفہام انکاری ہے۔ یعنی آپ کو اس کے ذکر کا کوئی اختیار نہیں۔ الی ربک منتھٰھا۔ اس کے ذکر کی انتہا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ہی ذکر کر سکتا ہے۔ آپ کا کام صرف قیامت کے عذاب سے ڈرانا ہے

پھر جب مدینہ میں سوال ہُوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور بدستور سابقہ نفی میں جواب دیا گیا۔

گیارہویں آیت :-

★ ان الذین جاءُو بالافک پ ۱۸ رکوع ۸ واقعہ افک کی اصلیت آپ کو معلوم نہ تھی۔ ورنہ آپ اتنے پریشان نہ ہوتے اور حضرت عائشہ صدیقہ سے رُوگردانی نہ کرتے حتیٰ کہ تقریباً ایک ماہ بھر تامل فرمایا اور کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔

الجواب :-

★ واقعہ افک کی متعلقہ آیات تقریباً دو رکوع ہیں۔ ان آیات میں مفتریان واقعہ اور اس سے دلچسپی لینے والوں کو ڈانٹا گیا۔ اور مفتریان کیلئے دنیا میں سخت تہدید اور آخرت میں سخت عذاب بتایا گیا ہے۔ اور مفتریان کو چیلنج کیا گیا۔ کہ اس واقعہ پر صداقت کیلئے چار گواہ پیش کریں۔ اور آئندہ کیلئے افتراپردازی اور اس میں غور و خوض سے روکا گیا ہے۔ ان آیات سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ قطعاً معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آپ کو اصل واقعہ کا علم نہ تھا۔ بلکہ اشارہ نص سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ واقعہ کے جھوٹا ہونے کا علم مسلمانوں کو بھی تھا۔ اور ان کے تامل اور خاموشی پر انہیں تھدید کیگئی۔ لولا اذ سمعتموہ سے تا وقالوا ھذا افک مبین اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عام مسلمانوں کو واقعہ کے جھوٹا ہونے کا علم تھا۔ اسی طرح آیت لولا اذ سمعتموہ سے ھذا بھتان عظیم سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی یقین تھا کہ واقعہ جھوٹا ہے۔ اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی واقعہ کی اصل حقیقت کا علم تھا۔ آپ کا تامل خاص مصلحت کے ماتحت تھا۔ ایک یہ کہ تردید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ دوسرا یہ کہ مسئلہ لعان کے احکام نازل ہوں۔ تیسرا آپکے نبی ہونے کی دلیل قائم ہو۔

★ حررہ :- جعفر شاہ مولوی فاضل منتد

پنجاب یونیورسٹی لاہور و فاضل

درس نظامی ......

جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور